نور محمدی کی تخلیق اور

عقائد صوفیاء

نظر ثانی
فضیلة الشیخ
صهیب احمد میر محمدی
فاضل مدینه یونیورسٹی

المعهد الاسلامی للبنات عبدالحکیم (خانیوال)
41663

نور محمدی کی تخلیق اور عقائد صوفیاء

کاوش

سید توصیف الرحمٰن راشدی
مدیر المعہد الاسلامی عبدالحکیم

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ
صہیب احمد میر محمدی
فاضل مدینہ یونیورسٹی

المعہد الاسلامی للبنات عبدالحکیم (خانیوال) 41663

نام کتاب	نور محمدی کی تخلیق اور عقائد صوفیاء
تالیف	سید توصیف الرحمٰن راشدی
سال اشاعت	2003ء
تعداد	2000
طبع	اول
ملنے کے پتے	☆ جامع مسجد عثمان بن عفان اہلحدیث G-11-2 گلی نمبر 64 اسلام آباد ☆ جامع مسجد القدوس اہلحدیث سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی ☆ حمید ہومیو پیتھک میڈیکل کالج بوھڑ چوک بالمقابل حاجی کیمپ لاہور ☆ المعہد الاسلامی للبنات نزد مسجد پیر مبارک شاہ عبدالحکیم (خانیوال) ☆ تبلیغی مرکز ادارۃ الاصلاح بونگہ بلوچاں بھائی پھیرو (قصور)

مطبع : عویم رحمان پرنٹرز عبدالحکیم

(فہرست آخر پر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد الله نحمده ونستعينه ونستغفرة ونعوذ با الله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادی له واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله اما بعد۔

تاریخ انسانیت کا آغاز ایک ایسی بزرگ ہستی سے ہوا جسے اللہ کا نبی ہونے کا شرف حاصل تھا ان کی زوجہ مطہرہ بھی اللہ کی نیک بندی تھیں یوں سیدنا آدم اور حوا علیہما السلام کی نیک تربیت اور صحیح ترین رہنمائی میں انسانی معاشرے کا اغاز ہوا یہاں تک کہ لوگ زمین میں پھیلتے چلے گئے کئی ایک اللہ کے مخلص بندے انہیں میں سے ایسے ہوئے جنہیں اللہ نے ان کے تقوی کی بدولت لوگوں کا محبوب بنادیا سواع، یغوث، یعوق اور نسر انہیں نیک بزرگوں میں سے تھے.

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ نوح)

ادھر ملعون شیطان انسان کو تباہ کرنے کے لیے آگے بڑھا اور وہ لوگوں کی ان اولیاء اللہ سے محبت کا رخ اندھی عقیدت کی طرف موڑنے کی کوشش کرنے لگا لوگوں کو ان کے معاملے میں ایسا جذباتی بنادیا کہ وہ ان کی مورتیں اپنی عبادت گاہوں میں اس بہانے رکھنے لگے کہ ان کی یاد دلوں میں تازہ رہے تب آنے والی نسلوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ان کی عبادت پکار اور نذر ونیاز شروع کر دی اب ابلیس کے لیے ان بزرگوں کے ساتھ جھوٹ نتھی کر کے اسے سچ بنانا آسان ہوگیا۔ جب نوح علیہ السلام ان لوگوں کو ڈرانے کے لیے بھیجے گئے تو قوم کے سرداروں کے پاس سب سے کارگر حربہ یہی تھا کہ یہ نبی تمہیں تمہارے

بزرگوں (ود۔سواع۔یغوث۔یعوق اورنسر) سے باغی کرنے آیا ہے۔

﴿وقالوا لا تذرن الهتكم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث ويعوق و نسرا﴾

ترجمہ: اورانہوں نے (اپنے تبعین سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ودکو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔ (سورۃ نوح آیت نمبر ۲۳)

گویا شیطان کا وار کامیاب رہا اور وہ اللہ کے اولیاء ہی کو آڑ بنا کر ان سے محبت میں غلو کرنے والوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ان مخالفین میں سے اگر کسی نے عقلی بصیرت سے کام بھی لیا تو وہ اس خوف سے میدان عمل میں نہ نکل سکا کہ لوگ اسے طعنہ دیں گے کہ وہ اپنے اباءواجداد کا راستہ ترک کر چکا ہے آپ کو یاد ہو گا کہ ہمارے نبی ﷺ کے ہمدرد غمگسار چچا ابو طالب بھی تو اسی طعنے سے ڈرتے ہوئے ایمان نہ لائے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ قصص)

اب کیا تھا شیطان نے اسی حربہ کو ہر آنے والی انسانی نسل پر آزمانا شروع کر دیا ظاہر ہے کہ ہر معاشرے میں کچھ لوگ اللہ کے نیک بندوں کی حیثیت سے مشہور ہوتے ہیں بس شیطان کائنات کے سب سے بڑے جھوٹ (شرک) کو ان کا سہارا دے کر بیچ بناتا رہا اور اس کام کو بھی اس نے اپنے ایسے ایجنٹوں سے کروایا جو بزرگی کا روپ دھار کر میدان میں اترے شیطان نے ہر نبی کی قوم میں یہی حربہ آزمایا اور بار بار کامیابیاں حاصل کیں ہر نبی کو قوم کے سرداروں نے یہی جواب دیا۔

﴿وكذلك ما ارسلنا من قبلك فى قرية من نذير الا قال مترفوها انا وجدنا آباءنا على امة وانا على آثارهم مقتدون﴾

اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں (الزخرف آیت نمبر۲۳)

اللہ کے کم بندے ہی شیطان کے اس داؤ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوتے رہے اور انہوں نے ہی ہر دور میں انبیاء کی دعوت پر لبیک کہا اور معاشرے کو اسی راستے پر لانے کی کوشش کرتے رہے جس پر ان کے جد امجد آدم علیہ السلام انہیں چھوڑ کر گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے اس مقصد براری میں انبیاء علیہ السلام تک کا لحاظ نہ کیا اسی لیے اللہ تعالیٰ محشر کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے.

﴿واذ قال الله يعيسى ابن مريمءانت قلت للناس اتخذونى وامى الهين من دون الله قال سبحنك ما يكون لى ان اقول ما ليس لى بحق ان كنت قلته فقد علمته تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك انك انت علام الغيوب ما قلت لهم الا ما امرتنى به ان اعبدوا الله ربى و ربكم وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شىء شهيد﴾

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی اللہ کے سوا معبود قرار دے لو۔ عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے (توبہ توبہ) میں تو آپ کو (شرک سے) منزہ (پاک) سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح زیب نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں (المائدہ آیت نمبر۱۱۶)

اور تو اور اس ملعون شیطان نے یہی داؤ امت مسلمہ کے ساتھ بھی کھیلا اور آج بھی اس کے بھرپور وار جاری ہیں محدثین سے پوچھیے کہ کس خطرناک انداز سے اس نے جھوٹ کو احادیث رسول بنانے کی مذموم کوشش کی امام مسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے صالحین سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا کسی کو نہ پایا یہ جھوٹ کا ارادہ نہ بھی کریں تو بھی جھوٹ بے ساختہ ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے (مقدمہ صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ پھر شیطان نے اپنا کام ان لوگوں سے کروانے کی کوشش کی جو صالحین کے پیارے نام سے پکارے جاتے تھے مگر ان کے مقابلے میں اللہ کے مخلص بندے پورے زور سے اٹھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں آنے والے ہر پرائے چھوٹے بڑے سے بھڑ گئے انہوں نے برملا ان راویوں کو کذاب۔ دجال اور وضاع کے القاب سے پکارا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا تھا اور انہیں رہتی نسلوں تک ایسا بدنام کر دیا کہ حدیث کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی ان کی پہچان یوں کرنے لگا جیسے کسی شہر کے لوگ اس ڈاکو کی شکل پہچانتے ہیں جس کی تصویر تھانوں اور چوراہوں میں لٹکا دی جائے۔

دراصل نبی کریم ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ گھڑنے والے لوگ تو اتنے زیادہ نہ تھے مگر ان بظاہر بھاری بھرکم شخصیات کی وجہ سے جو اس کے پھیلنے کا باعث تھیں اس جھوٹ کو سچ ماننے کے فتنہ میں مبتلا ہونے والوں کی تعداد کچھ کم نہ تھی۔ ان کی وہ شخصیت اور شہرت جو جھوٹ کو سچ بنانے کے لیے دلیل کا کام کرتی تھی اسے ان محدثین نے زائل کر دیا اور ان کے مصنوعی روپ کو تہ و بالا کر کے ان کی اصلی صورتیں لوگوں کے سامنے رکھ دیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ سبائی فتنہ جو سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا باعث بنا اس نے بھی یہی کام دکھایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کی محبت کو غلو میں بدل کر بہت سا جھوٹ اور بدعقیدگی اسلام میں داخل

کرنے کی کوشش کی چنانچہ ایک دفعہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے چند مسئلے پوچھے تو آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے منگوائے ان فیصلوں کو پڑھ کر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ علیؓ نے یہ فیصلے نہیں کئے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو بھٹک جاتے (مقدمہ صحیح مسلم)

غور فرمایئے ابن عباسؓ نے ایسا کیوں کہا کیا یہ کافی نہ تھا کہ وہ کہتے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلے نہیں کئے .... نہیں نہیں !۔ابن عباس رضی اللہ عنہ جو مفسر قرآن ہیں نبی کریم ﷺ کے صحبت یافتہ انہوں نے ایسا اس لیے کہا کہ جو علیؓ سے اللہ کی طرح محبت کرنے لگ گیا ہے وہ سن لے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں بالفرض محال اگر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اللہ کی نافرمانی کرتے تو وہ بھی گمراہ ہو جاتے نافرمانی ان کے لیے بھی فرمانبرداری نہیں کہلوا سکتی۔حالانکہ نبی نے کبھی .معاذ اللہ. شرک نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے ہمیں سبق دے رہیں ہیں۔

﴿ولو اشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون﴾

ترجمہ:۔اور اگر وہ لوگ بھی ارتکاب شرک کر بیٹھتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے (الانعام آیت نمبر۸۹)

کیا شرک کی تردید میں قرآن مجید کی دیگر آیات کافی نہ تھیں ایسا کیوں کہلوایا گیا حقیقت یہ ہے کہ یہ اس شیطانی وار سے بچنے کے لیے ہماری نظریاتی مشق ہے جو ہمیں کروائی گئی ہے کیونکہ انسانوں کا انبوہ کثیر اپنے بزرگوں کی اندھی محبت میں جہنم رسید ہوا ہے اور جو راستہ انہوں نے بزرگوں کا سمجھ کر اختیار کیا حقیقتاً وہ شیطان کا راستہ تھا.

حقیقت محمدیہ

پاک و ہند کے صوفیاء نے اپنے عقائد قرآن و سنت اور طریق صحابہ سے اخذ نہیں کئے۔ان کے

عقائد کی بنیاد ابن عربی کا فلسفہ ہے جسے وحدۃ الوجود کہتے ہیں ۔اور حقیقت محمد یہ اس نظریہ کی بنیادی اینٹ ہے۔ فصوص الحکم جس کی شرح شیخ تاجی نے لکھی ہے اس کے مقدمہ میں حقیقت محمدیہ کے بارے میں لکھا ہے.

(لا ن محمدا او حقیقة محمدیة واسطة الخلق و حلقة الاتصال بین الذات الا لھیه والمظاھر الکونیه فھو فی مثابه المسیح فی الفلسفه المسیحة و بمثا به المطاع فی فلسفه الغزالی)(فصوص الحکم لا بن عربی)

محمد ﷺ یا حقیقت محمد یہ خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہے۔ذات الٰہی اور کائنات کے مابین حلقہ اتصال ہے بس حقیقت محمد یہ کا وہی مفہوم ہے جو فلاسفہ کے نزدیک عقل اول اور مسیحت کے نزدیک کلمۃ اللہ اور فلسفہ غزالی میں ''المطاع'' کا مفہوم ہے۔جس طرح عیسائی کلمۃ اللہ کو مخلوق نہیں مانتے بلکہ اسے مراتب الٰہیہ میں داخل کرتے ہیں اس طرح صوفیاء بھی حقیقت محمد یہ کو مراتب الٰہیہ میں داخل کرتے ہیں ۔پاکستان میں سعید احمد کاظمی بریلوی مسلک کے امام ہو گزرے ہیں انہوں نے اپنی کتب کے ذریعے حقیقت محمد یہ کے نظریے کو عام کیا۔اپنی مشہور کتاب تسکین الخواطر میں مسئلہ حاضر و ناضر پر بحث کی ہے اس مسئلہ کو حقیقت محدیہ کی بنیاد پر ثابت کیا ہے۔علامہ جلال دوانی کی ایک عبارت پیش کی ۔لکھتے ہیں محقق دوانی فرماتے ہیں ۔اس مقام پر تحقیق کلام یہ ہے کہ تمام اصحاب نظر و برہان اور ارباب شہود وعیاں اس بات پر متفق ہیں کہ بوسیہ قدرۃ وارادہ خدائے قدوس امر'' کن فیکون'' سے سب سے پہلے جو گوہر مقدس دریائے غیب مکنون سے ساحل شہود پر آیا وہ جوہر بسیط نورانی تھا جسے حکماء (یونانی فلسفی) کے عرف میں عقل اول اور بعض احادیث میں قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اکابر ائمہ کشف وتحقیق

(یعنی ابن عربی اور اس کے ساتھی صوفیاء) اسے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔اس جوہرنورانی نے اپنے آپ کواور اپنے خالق بے مثال کواوران تمام افرادموجودات کو جو بتوسط اس جوہرنورانی کے خالق بے مثال سے صادر ہو سکتے ہیں جس طرح وہ افرادموجودات سے پہلے تھے اوراب ہیں اور آئندہ ہوں گے سب کو جملہ کیفیات کے ساتھ بتمام وکمال جان لیا اور تمام حقائق موجودات بطور انطوائے عملی اسی جوہر بسیط نورانی حقیقت محمدیہ میں مندرج اور مخفی تھیں جس طرح دانہ ایک خاص طریقہ پر شاخوں پتوں اور پھلوں پر مشتمل ہوتا ہے کل افرادموجودات اسی ترتیب کے موافق جس کے ساتھ اس جوہر بسیط نورانی (یعنی حقیقت محمدیہ) میں پوشیدہ ہیں ،کمین گاہ قوت سے جلوہ گاہ فصل اور سراپردہ غیب سے میدان شہود میں بصورت موادخارجیہ ظہور پذیرہوتے رہتے ہیں۔ (اخلاق جلالی ازمحقق دوانی 256)

جلال دوانی نے صوفیاء کی طرح اصطلاحات کا خوب استعمال کیا ہے اوران کا مقصداس کے سوا اور کیا ہے کہ امت مسلمہ ان صوفیاء کی عبارت کومشکل سمجھ کراس عظیم سازش کو نہ جان سکیں جس کے ذریعے یہ اسلام کے بنیادی عقائد پرحملہ آور ہیں۔اور یہ صوفیاء وحدۃ الوجود، حقیقت محمدیہ ،قلم اعلیٰ، جوہرنورانی جس اصطلاحات کے ذریعے محبت رسول کی آڑ میں شرک وکفر کواسلام کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن اہل ایمان کے لئے ان کے کفر کو سمجھنا مشکل نہیں ہے جلال دوانی کی عبارت نقل کر کے سعیداحمد کاظمی جن عقائد کوثابت کرنے کی کوشش کررہیں ہیں وہ ملاحظہ فرمایئے۔لکھتے ہیں ’’اس ایمان افروز بیان سے تصریحات منقولہ بالا کی تائید کے علاوہ مندرجہ ذیل امور بھی واضح ہوگئے۔

(1) حضورﷺ اول مخلوق ہیں۔

(2) حضورﷺ عقل اول اور قلم اعلیٰ ہیں۔

(3) حضور ﷺ جوہر بسیط نورانی ہیں۔

(4) حضور ﷺ تمام کائنات کے حقائق لطیفہ ہیں۔

(5) حضور اللہ تعالیٰ کو بھی جانتے ہیں اور تمام موجودات ومخلوقات اور ان کے جمیع احوال کو بتمام وکمال جانتے ہیں۔ ماضی حال، مستقبل میں کوئی شیء کسی حال میں حضور سے مخفی نہیں

(6) تمام موجودات خارجیہ کا ظہور حقیقت محمدیہ سے ہوتا ہے حتیٰ کہ ترتیب ظہور بھی وہی ہے جو حقیقت محمدیہ میں مستور ہے۔ (تسکین الخواطر از کاظمی 50)

قرآن مجید محمد رسول اللہ کا تعارف اور ان کی حقیقت صاف صاف یوں بیان کرتا ہے۔

﴿قل انما انا بشر مثلكم يوحى الیّ انما الهكم اله واحد﴾

(الکھف 110/18)

آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود ایک ہی معبود ہے۔

آپ ﷺ کو بھوک بھی لگتی تھی بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر بھی آپ ﷺ نے باندھے۔ جنگ احد میں دانت مبارک شہید ہوا تو اس سے خون بھی نکلا اور سر بھی زخمی ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے چہرے کو زخمی کر دیا اور اس کا دانت توڑ دیا حالانکہ وہ اللہ کی طرف بلا رہا تھا (بخاری ومسلم) اور ایک روز عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سنگین رہا ہو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تمہاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے زیادہ سنگین مصیبت وہ تھی جو مجھے طائف کے لوگوں سے پہنچی (بخاری)

محمد ﷺ کا بیٹا ابراھیمؑ آپ ﷺ کے ہاتھوں میں جان دیتا ہے اور آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوتے ہیں اور زبان یوں کلام کرتی ہے ''آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غمگین ہے مگر اس کے باوجود ہم کچھ نہیں کہیں گے سوائے اس بات کے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور قسم اللہ کی اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کے سبب غمگین ہیں (بخاری 1303 مسلم 2315)

آپ ﷺ میں وہ سب خوبیاں تھیں جو فطری طور پر ایک بشر میں ہونی چاہیں اللہ تعالیٰ انبیاء کے بارے میں فرماتا ہے۔

﴿وما جعلنهم جسدا لا یا کلون الطعام وما کانوا خٰلدین﴾

(الانبیاء 21/8)

ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

ان صوفیاء نے قرآن وسنت کے ان واضح دلائل کا یوں رد کیا کہ حقیقت محمدیہ کو محمد بن عبداللہ سے الگ کر دیا حقیقت محمدیہ کے بارے میں دعویٰ کیا کہ حقیقت محمدیہ نہ اولاد آدم میں داخل ہے نہ بشر ہے نہ اسے کسی کا باپ، نہ کسی کی اولاد کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ حقیقت محمدیہ ساری کائنات کی اصل ہے. مفتی احمد یار خان نعیمی جو بریلویت کے مشاہیر میں شمار ہوتے ہیں لکھتے ہیں .ایک ہے شخص محمدی دوسری ہے حقیقت محمدی یہ شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ بی بی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوا اور تمام نبیوں کے بعد اس دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ جو اس دنیا میں اپنے تمام رشتوں سے منسلک ہے بی بی آمنہ کا نور نظر ہونا۔ حضرت عائشہؓ کا سرتاج ہونا ۔اپنی اولاد کا والد ہونا۔ ان تمام رشتوں کے ساتھ جو آپ کی قرابت ہے یہ سب اسی بشری وجود کی صفات میں داخل ہیں حقیقۃ محمدیہ مشائخ صوفیہ کی اصطلاح میں ذات مطلق کے پہلے یقین کا نام ہے.

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پہلی تجلی ہیں اور باقی جتنی مخلوق ہیں وہ پہلی تجلی کے بعد خدا کی دوسری تجلیات کی مظہر ہے وجود عنصری کی جہت سے آپ کے بارے میں قرآن میں اس طرح فرمایا گیا ہے ﴿قل انما انا بشر مثلکم﴾ آپ فرمادیں کہ میں تم جیسا بشر ہوں اور حقیقۃ محمد یہ کے بارے میں خود حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔ میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدم آب وگل میں جلوہ گر تھے یہ حقیقیہ محمد یہ نہ اولاد آدم میں شامل ہے۔ نہ بشر ہے اور نہ ملکم ہے اور نہ اسے کسی کا باپ نہ کسی کی اولاد کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ حقیقۃ محمد یہ ساری کائنات کی اصل ہے آپ کا نور ہونا، رب کی دلیل اور برہان ہونا اسی حقیقیہ محمد یہ کی صفات ہیں۔ حقیقۃ محمد یہ کی تشریح مثنوی میں کافی بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی نشر الطیب میں حقیقۃ محمد یہ کو خوب اچھی طرح ثابت کیا ہے تفسیر روح البیان میں ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ کے تحت لکھا ہے کہ تمام روحیں روح محمدی سے پیدا ہوئیں لہذا حضور ابوالا رواح ہیں (رسالہ نور از مفتی احمد یار خان نعیمی)

ان غالی علماء نے حقیقت محمد یہ کے حسین عنوان کو سامنے رکھ کر نظریہ وحدۃ الوجود کا الحاد مسلمانوں میں پھیلایا حالانکہ حقیقت محمد یہ کی اصطلاح نہ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں ہے نہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں ہے صحابہ کرام تابعین عظام اور ائمہ اسلام کی تحریرات میں اس اصطلاح کا ذکر تک نہیں ہے البتہ اپنے پیشواؤں کو اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف کرنے کا مذموم اور مشرکانہ نظریہ شیعہ مذہب میں موجود ہے اصول کافی کتاب الحجہ مولد النبی ﷺ میں محمد بن سنان سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوجعفر ثانی (محمد بن نقی) سے (جو اہل تشیع کے نویں امام ہیں) حرام و ہلال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے (محمد بن سنان سے) فرمایا اے محمد! اللہ تعالیٰ ازل سے اپنی واحدانیت کے ساتھ منفرد رہا پھر اس نے محمد، علی اور فاطمہ کو پیدا کیا پھر یہ لوگ ہزاروں

قرن ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد اللہ نے دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر ان مخلوقات کی تخلیق پر ان کو شاہد بنایا اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری ان تمام مخلوقات پر فرض کی اور ان کے تمام معاملات ان کے سپرد کئے تو یہ حضرات جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے مگر جو اللہ تبارک تعالیٰ چاہے (اصول کافی)

اس طرح یہ صوفیا بھی حقیقت محمد یہ کو مختار کل مانتے ہیں کیونکہ وہ کائنات کے ذرے ذرے کو باقی رکھے ہوئے ہیں ''عالم ماکان وما یکون'' مانتے ہیں کیونکہ کائنات کے ذرے ذرے کا اس وقت ہی انتظام ہوسکتا ہے جب کہ اسے ہر چیز کا علم بھی حاصل ہو ''حاضر وناظر'' مانتے ہیں کیونکہ کائنات کے ذرے ذرے میں حقیقت محمد یہ جاری وساری ہے اور یہ خدائی صفات وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میں نہیں بلکہ حقیقت محمد یہ میں تسلیم کرتے ہیں .داؤدالغیصری شارح فصوص الحکم مقدمہ فصوص میں لکھتے ہیں

''هذه الحقيقة مشتمله على الجهتين الا لهيه والعبوديه۔ لا يصح لها ذلك اصالته بل تبيعته وهي الخلافة فلها الا حياء والا مانة و جميع الصفات لتتصرف فى العالم وفى نفسها و بشريتها ايضا لا نها منه ۔(مقدمہ الفصوص 63)

ذات نبویہ کی حقیقت دو جہت پر مشتمل ہے۔ ایک جہت کا نام الہیت ہے اور دوسری جہت کا نام عبودیت ہے۔ حقیقت محمد یہ کا یہ تصرف انہیں بالاصالتہ حاصل نہیں ہے بلکہ بالتبعیۃ حاصل ہے اس لیئے حقیقت محمد یہ کو مارنے جلانے کی صفت کے علاوہ ربوبیت کی تمام صفات حاصل ہیں تاکہ وہ اس کائنات کی ہر چیز میں حتیٰ کہ اپنے وجود میں اور اپنی بشریت میں تصرف کر سکے یہ اس کہ آپ کا بشری وجود بھی حقیقت محمد یہ سے ماخوذ ہے (مقدمہ فصوص الحکم)

ان صوفیاء کے نزدیک حقیقت محمدیہ اور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب دو الگ الگ چیزیں ہیں یہ بات داؤد الغیصری کے علاوہ مفتی احمد یار خان نعیمی کے حوالے سے بیان ہو چکی کہ حقیقت محمدیہ کا اطلاق محمد بن عبداللہ پر نہیں ہو سکتا مگر ان صوفیاء پاک و ہند نے محمد بن عبداللہ ﷺ کے عنصری وجود پر حقیقت محمدیہ کا اطلاق کر کے حب رسول ﷺ کا لبادہ اوڑھا۔ اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت کو حب رسول ﷺ کی آڑ میں شرک اکبر میں گرفتار کر دیا۔ احمد رضا بریلوی حقیقت محمدیہ کی یوں تشریح کرتے ہیں ۔ مواہب اللدنیہ میں ہے.

لما تعلقت ارادة لحق تعالیٰ بایجاد خلقه ابر زا لحقيقة المحمديه من الا نوارا الصمدية فی الحضرة الا حدية ثم سلخ منها العوالم كلها علو ها و سفلها ۔

اللہ تعالیٰ نے جب مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی انوار سے مرتبہ احدیت میں حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا پھر اس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے ۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں جس طرح مرتبی وجود میں ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود یوں ہی مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذات مصطفیٰ ہے باقی سب پر اس کے عکس کا فیض وجود مرتبہ کون میں نور احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبہ تکون میں نور احمدی آفتاب ہے اور سارا جہاں اس کے آبگینے .(صلاۃ الصفاۃ 22:11)

معلوم ہوا کہ حقیقت محمدیہ ہی تعین اول ہے اور حقیقت محمدیہ ہی سے تمام کائنات کا صدور ہو رہا ہے احمد رضا خان بریلوی اس کو یوں بھی بیان کرتے ہیں۔

بخلاف نور محمدی کہ عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یوں ہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے آج اس کا قدم درمیاں سے نکال لیں تو تمام

جہان فنائے محض ہو جائے۔ نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہاں اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اس کی مدد سے بہرہ یاب ہے غرضیکہ ہر ایک ایجاد و امداد ابتداء و بقا میں ہر حال ہر آن ان کا دست نگر اور ان کا محتاج ہے (مطالع المسرات)

اسمه ﷺ محی لحیاة جمیع الکون به فهو روحه و حیاته و سبب وجوده و بقائه.

حضور اقدس کا نام پاک محی زندہ فرمانے والے ہے۔ اس لیئے سارے جہاں کی زندگی حضور سے وابستہ ہے تو حضور تمام عالم کی جان اور اس کے وجود بقا کے سبب ہیں۔

مطالع المسرات کے دوسرے مقام پر ہے۔

هو ﷺ روح الاکوان وحیاتها وسر وجودها ولولاه لذهبت و تلاشت.

حضور اقدس تمام عالم کی جان وحیات ہیں اور ان کے اصلی وجود کا سبب بھی آپ ہیں حضور نہ ہوں تو یہ سارا جہاں نیست و نابود ہو جائے۔ امام ابن حجر مکی افضل القریٰ میں فرماتے ہیں۔

لانه ممدلهم اذ هو الوارث لحضرة الالهیته والمستمد منها بلا واسطه دون غیره خانه لا یستمد منها الا بواسطه فلا یصل لکامل منها شیء الا هو من بعض مدره علی یده.

تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی کریم ﷺ ہیں اس لیے آپ بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں خدا تعالیٰ سے بلا واسطہ حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم حضور کی وساطت سے مدد الٰہی لیتا ہے۔ جس کامل کو بھی جو کمال ملا وہ حضور کی مدد اور حضور کے ہاتھوں سے ملا شرح سید عثماوی میں ہے۔

نقمان ماخلا موجود عنها نعمة الا یجاد و نعمة الامداد وهو ﷺ الواسطه فیها اذ لوه سبقت وجوده ما وجد موجود ولولا

وجود نورہ فی ضمائرالکون فھرمت دعائم الوجود۔

کائنات کے اندر کوئی وجودان دونعمتوں سے خالی نہیں۔ایک نعمت ایجاداوردوسری نعمت امدادان دونوں نعمتوں میں حضوراقدس ہی واسطہ ہیں اگرآپ پہلے موجود نہ ہوتے تو کسی چیز کا بھی وجود نہ ہوتا۔کائنات کے اندر اگر حضور کا نور موجود نہ ہوتو کائنات کے تمام ستون آنافاناگر جائیں۔(صلاۃ الصفاۃ ازاحمدیارخان بریلوی)

صوفیاء کی ان عبارات پر غور کیجیے بات بالکل واضح ہے کہ ان کے مسلک کی بنیاد حقیقت محمدیہ پر ہے محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان کے مسلک کی بنیاد نہیں ہیں کیا قرآن کی کسی آیت میں یا نبی کریم ﷺ کے کسی فرمان میں حقیقت محمدیہ کا ذکر ہے یقیناً قرآن وسنت اور طریق صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اس کا نام ونشان نہیں۔یہ عبداللہ بن سبایہودی کے گروہ کی سازش ہے جس نے شیعت اور تصوف کے ذریعے اپنے عقیدہ کو خفیہ طریقہ پر جاری رکھا یہاں تک کہ اسلام میں مستقل طور پر "یہودی لابی" وجود میں آگئی سیدنا علیؓ ہی کے دور میں انہوں نے یہ عقیدہ پھیلانا شروع کردیا کہ علی رضی اللہ عنہ اس دنیا میں اللہ کا روپ ہیں اوران میں اللہ کی روح ہے۔علی رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے انہیں آگ میں جلادینے کا حکم دیا اس طرح علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے یہ شیاطین ان ہی کے حکم پر آگ میں ڈالے گئے خود شیعوں کی اسماء رجال کی کتاب رجال کشی میں اس کا ذکر یوں ملتا ہے۔"بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا۔پھر اسلام قبول کیا اور علی رضی اللہ عنہ سے خاص تعلق کا اظہار کیا۔اپنی یہودیت کے زمانے میں وہ موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں غلو کرتا تھا پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام میں داخل ہوکر وہ اس طرح کا غلو حضرت علیؓ کے بارے میں کرنے لگا اور وہ پہلا آدمی ہے جس نے علی کی امامت کے عقیدے کی

فرضیت کا اعلان کیا اور ان کے دشمنوں سے برائت ظاہر کی اور کھلم کھلا ان کی مخالفت کی اور انہیں کافر قرار دیا.......... اور اس کے باطل عقائد کے جرم میں خود علیؓ کے حکم سے آگ میں ڈلوا کر ہلاک کر دیا گیا (رجال الکشی 70) حقیقت محمدیہ کو بنیاد بنا کر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو کائنات کی اصل قرار دی اور قیامت تک کے لیے کائنات کو آپ کے فیض کا محتاج قرار دیا سعید احمد کاظمی اسی فلسفے کو آسان کر کے یوں بیان کرتے ہیں۔

ہمارا مسلک ہے کہ حضور ﷺ مبدا کائنات ہیں۔ حضور فخر کائنات ہیں حضور کائنات ہیں اور مجھے کہنے دیجے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقصود کائنات ہیں۔ صاحب روح المعانی نے عارفین کا ایک قول نقل کیا ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین کیوں ہیں؟ فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے حضور اقدس اصل ہیں اور تمام عالمین اس کی فرع اصل کہتے ہیں جڑ کو۔ اور فروع کہتے ہیں شاخ کو۔ یہ بتاؤ جس درخت کی جڑ نہ ہو تو کیا شاخیں باقی رہیں گی۔ اگر درخت کی جڑ سوکھ جائے۔ شاخیں ہری رہیں گی درخت کی جڑ کو جلا دو تو شاخیں موجود رہیں گی نہیں بلکل نہیں۔ ارے درخت کی جڑ سے تو سارا کام ہوتا ہے۔ جڑ جو ہے تنے کو غذا پہنچا رہی ہے۔

پہلے جڑ تنے کو غذا پہنچاتی ہے پھر وہ جڑ کی پہنچائی ہوئی غذا تنے سے موٹی موٹی شاخوں میں پہنچتی ہے پھر چھوٹی چھوٹی شاخوں میں پہنچتی ہے اور پھر پتوں میں پہنچتی ہے اور وہ پھولوں میں پہنچتی ہے اور وہ ثمر میں پہنچتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سارا تنا اس کے جڑ کا محتاج ہے جب اس جڑ کا فیض جاری ہے تو شاخیں ہری ہیں اور جڑ کا فیض ختم ہو جائے تو شاخیں سوکھ جائیں میرے آقا ﷺ تمام کائنات کے ذرے ذرے کے لیے اصل ہیں، اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ اوپر ہے خواہ زمین کے نیچے ہے وہ ہواؤں میں ہے وہ فضاؤں میں ہے تحت میں ہے فوق میں ہے عرش میں ہے فرش میں ہے جہاں بھی کوئی زندہ ہے مصطفی کی جڑ کے لئے شاخ ہے آپ کا فیض اس

طرح کائنات کے ذرے ذرے کو پہنچ رہا ہے جیسے جڑ کا فیض شاخ کے ہر جز کو پہنچ رہا ہے میرا ایمان ہے کہ مصطفیٰ اگر نہ ہوں تو کائنات زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر وہ مر گئے تو ہم کیسے زندہ رہ گئے (ذکر حبیب 14,13) اس عقیدے میں سعید احمد کاظمی صاحب اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کے مسلک کے دوسرے علماء بھی ان کی تائید کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں.

حضور علیہ السلام تمام کائنات کی اصل ہیں وکل الخلق من نوری اصل کا اپنی فرع میں اور مارے کا سارے مشتقات ہیں ایک کا سارے عددوں میں پایا جانا ضروری ہے۔

ہر ایک ان سے ہے وہ ہر ایک میں ہے۔ وہ ہیں ایک علم حساب کے بنے دو جہاں کے وہی بنا وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں (جاء الحق 144)

احمد رضا خان بریلوی اس فلسفے کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں. تمام جہان اور اس کا قیام سب انہیں کے دم قدم سے یہ عالم جس طرح ابتدائے آفرینش میں ان کا محتاج تھا کہ لولاك لما خلقت الأفلاك۔

یوں ہی اپنی بقا میں بھی ان کا محتاج ہے آج اگر ان کا قدم درمیان سے نکال لیں تمام عالم ابھی ابھی فنائے مطلق ہو جائے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا
وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی
جان ہے تو جہان ہے

(الامن والعلیٰ ص ۳۷)

بات تو واضح ہے کہ یہ صفات محمد بن عبداللہ ﷺ کی نہیں ہیں جو آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ولقد خلقنا الا نسان من سللة من طين ○ ثم جعلنه نطفة فی قرار مكين ﴾(المومنون 12.13)

یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملائکہ نور سے اور جنات آگ سے پیدا کئے گئے اور آدم کی تخلیق اس سے ہوئی جس کا بیان کیا گیا ہے

(مسلم 2996)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿قل ما كنت بدعا من الرسل وما ادری ما يفعل بی ولا بكم ﴾

(الاحقاف 9/46)

(اے رسول ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ میں کوئی بالکل انوکھا پیغمبر تو نہیں ۔نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ مکے میں رہیں گے یا یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیے جائیں گے انہیں طبعی موت آئے گی یا کفار مکہ کے ہاتھوں شہید ہو جائیں گے اس طرح کفار مکہ پر جلدی عذاب آئے گا یا انہیں لمبی مہلت ملے گی .اسی طرح ارشاد ہے:۔

﴿قل انی لا املك لكم ضرا ولا رشدا ○ قل انی لن يجيرنی من الله احد .ولن اجد من دونه ملتحدا ﴾(الجن 72/21.22)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے

بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا۔

جب صوفیاء کو حقیقت محمدیہ کی تائید میں نہ قرآن کی آیت ملی اور نہ ہی فرمان رسول ملا تو انہیں نے ایک من گھڑت روایت کو اپنے مذہب کی بنیاد بنالی۔

"لولاك لما خلقت الافلاك

اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات پیدا نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ محدثین کرام پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے احادیث رسول کی حفاظت کے لیے ایسے اصول بنائے کہ احادیث رسول میں جھوٹ شامل نہ ہو سکے انہوں نے برملا ان راویوں کو کذاب، دجال اور وضاع کے القاب سے نوازا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تھا۔

لولاک کی اس روایت کی کوئی سند محدثین نے بیان نہیں کی بلکہ امام شافعی، امام ابن جوزی سیوطی رحمتہ اللہ علیہم نے اسے موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا۔ صوفیاء کے اس عقیدے کی اصل کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر حقیقت محمدیہ کا فیض ہے صرف اہل تشیع کے ہاں موجود ہے ان کا عقیدہ ہے۔

فان للامام مقاما محمودا و درجة سامية وخلافة تكوينة تخضع لولايتها و سيطرتها جميع ذرات الكون۔

امام کو وہ مقام اور بلند درجہ اور ایسی تکوینی حکومت حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم اقتدار کے سامنے سرنگوں اور تابع فرمان ہوتا ہے۔ (الحکومتہ الاسلامیہ از آیت اللہ خمینی 52)

ابوحمزہ نے امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ یہ زمین بغیر امام کے باقی اور قائم رہ سکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر زمین پر امام کا وجود باقی نہ رہے تو وہ دھنس جائے گی باقی

نہیں رہ سکے گی۔ (اصول کافی 104)

سعید احمد کاظمی صاحب مسئلہ حاضر ناضر ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم محمد بن عبداللہ ﷺ کو ہر جگہ موجود نہیں مانتے بلکہ آپ کی حقیقت محمد یہ کو کائنات کے ذرے ذرے میں جاری وساری مانتے ہیں. ملاحظہ فرمایئے:۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے جولفظ حاضر وناضر بولا جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جز میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روح دوعالم (روح الاکوان) ﷺ کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری وساری ہے. جس کی بنا پر حضور ﷺ اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں. ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کو حضور کی جسمانیت اور بشریت مطہرہ کے ساتھ حاضر ناضر نہیں مانتے بلکہ حضور کی حقیقت مقدسہ کو ذات کائنات میں جاری وساری مانتے ہوئے روحانی طور پر آپ کو حاضر وناظر مانتے ہیں یہ صحیح حدیث ہے کہ حقیقت محمد یہ کے جلوے ذرات کائنات میں جاری وساری ہیں۔

۴: بشریت مقدسہ کے ایک جگہ رونق افروز ہونے سے حاضر وناظر کے مسئلہ پر کس طرح زد پڑ سکتی ہے۔ جسمانیت مطہرہ حیات حقیقہ کے ساتھ قبر انوار میں جلوہ گر ہے اور آپ کی روحانیت و نورانیت تمام اکوان عالم میں موجود ہے حاضر وناظر کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت نبی کریم ﷺ کی جلوہ گر ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نماز میں السلام علیک ایھا النبی کہنے کا حکم بھی اس امر پر مبنی ہے کہ جب حقیقت محمد یہ تمام ذرات کائنات میں موجود ہے تو ہر عبد مصلی کے باطن میں اس کا پایا جانا ضروری ہے. کاظمی صاحب نے روح الاکوان کی بنیاد پر مسئلہ حاضر وناظر ثابت کیا پھر

روح الاکوان کا مفہوم صوفیہ کی مشہور تفسیر عرائس البیان سے بیان کیا۔
ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) خالق کائنات نے اپنی کل مخلوق میں جو چیز سب سے پہلے پیدا کی وہ ذات نبویہ کا نور مبارک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے ایک جزو سے عرش تا فرش تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔

(2) کائنات کا موجود ہونا آپ کے موجود ہونے پر موقوف ہے اور کائنات کے موجود ہونے کی علت حقیقی بھی آپ کا وجود ہے فضاء قدرت میں تمام مخلوقات صورت مخلوقہ کی طرح بے جان اور روح حقیقی کے بغیر پڑی ہوئی حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی جب حضرت محمد ﷺ عالم میں تشریف لائے تو تمام کائنات وجود محمدی سے زندہ ہوگئی اس لئے تمام مخلوقات کی روح (روح الاکوان) حضور اکرم ﷺ کی ذات ہی ہے (تسکین الخواطر 43

کائنات میں تصرف

سیدنا محمد بن عبداللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿ولا تقولن لشائی انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ﴾ (الکھف ۱۸۔۲۳)

اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔ مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دینا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نبی کریم ﷺ سے تین باتیں پوچھیں۔

(۱) روح کی حقیقت کیا ہے؟ (۲) اصحاب کہف کون تھے؟ (۳) ذوالقرنین کون تھے؟۔

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا میں تمہیں کل جواب دوں گا لیکن اس کے بعد ۱۵ دن تک جبرائیل وحی لے کر نہیں آئے پھر جب آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان شاء اللہ کہنے کا حکم دیا بات بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی جس کام کی توفیق ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملتی ہے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ماشاءاللہ وشئت جو اللہ چاہے

اور آپ چاہیں (وہی ہوتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا "تم نے تو مجھے اللہ کے برابر کر دیا۔ بلکہ (کہو) جو اللہ اکیلا چاہے (وہی ہوتا ہے) مسند احمد ۲۵٦۱) کسی کو ہدائت کے راستے پر لگانا بھی اللہ کی مرضی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کسی کو ہدات نہیں دے سکتے۔

﴿انک لا تھدی من احببت ولکن الله یھدی من یشاء﴾ (القصص ۵٦-۲۸)

(اے رسول ﷺ) بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

یہ آیت بھی اس وقت نازل ہوئی جب آپ کے ہمدرد اور غمگسار چچا ابو طالب کا انتقال ہونے لگا ۔جیسا کہ میسب بن حزنؓ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب فوت ہونے لگے تو رسول اللہ ان کے پاس آئے وہاں ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ موجود تھے رسول ﷺ نے فرمایا اے چچا آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیں میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے آپ کی سفارش کروں گا ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے کہ کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دو گے رسول ﷺ اپنی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب نے آخری کلام یہ کیا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا (بخاری ۴۷۷۲ مسلم ۲۴)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ ہدایت اسے ملے گی جسے ہم ہدائت سے نوازنا چاہیں نہ کہ اسے جسے اے محمد ﷺ تم ہدایت پر دیکھنا پسند کرتے ہو ۔

مگر یہ سب صفات محمد ابن عبداللہ کی ہیں ۔صوفیا کے نزدیک حقیقت محمدیہ تو اصل الوجود ہیں جس کو جو نعمت ملی، مل رہی ہے یا ملے گی وہ انہی کے ہاتھوں پر بٹی، بٹتی ہے یا بٹتی رہے گی لیکن قرآن سنت میں اس حقیقت محمدیہ یا اصل الوجود کا کوئی ذکر موجود نہیں۔

سعید احمد کاظمی نے اس عقیدے کو جس طرح بیان کیا ملاحظہ فرمائیں۔

اس حیثیت سے کہ حضور ﷺ اصل کائنات ہیں۔آپ کی حیات مقدسہ وجود ممکنات کے آسمان کا چمکتا ہوا آفتاب ہے۔مخلوقات کی تمام انواع واقسام اور افراد بمنزلہ آئینوں کے ہیں۔ہر آئینہ اپنے مقام پر مخصوص کیفیت اور جداگانہ قسم کی استعداد کا حامل ہے۔اس لیے ہر فرد اپنے حسب حال اس آفتاب حیات سے اکتساب حیات کر رہا ہے۔خلق وامر،اجسام وارواح،اعیان ومعانی،ارض وسما،تحت وفوق ان سب کا نور حیات اس آفتاب حیات محمدی کی شعائیں ہیں ۔البتہ عالم ممکنات کا اس معدن حیات سے قرب وبعد اور افراد کائنات میں استعداد کی قوت وضعف مراتب حیات میں ضرور موجب تفاوت ہے نفس حیات سب میں پائی جاتی ہے۔لیکن ہرایک کی حیات اس کی حالت کے مناسب ہے۔مومن ہو یا کافر،نیک ہو یا بد،ہرایک کا مبدا فیض ذات نبویہ کا وجود ہے اور حضور ہی کے آفتاب حیات سے ہرایک مومن میں حیات کی روشنی پائی جاتی ہے۔آفتاب حیات اگر غروب ہو جائے تو تمام آئینے اپنے نور سے محروم ہو جائیں ۔ان تمام آئینوں میں نور کا پایا جانا آفتاب کے چمکنے کی دلیل ہے اس طرح عالم ممکنات کے کسی ایک ذرے میں نور حیات کا پایا جانا آفتاب حیات محمدی کے موجود ہونے کی دلیل ہے ۔(حیات النبی از کاظمی ص ۹۰)احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں ’’اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر صغیر یا کبیر جسمانی یا روحانی،دینی یا دنیاوی،ظاہری یا باطنی روز ازل سے اب تک،اب سے قیامت تک،قیامت سے آخرت تک ،آخرت سے ابد تک،مومن یا کافر،مطیع یا فاجر،ملک یا انسان،جن یا حیوان،بلکہ تمام ماسوی اللہ جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی انہیں کے ہاتھوں پر بٹتی ہے اور بٹے گی۔یہ سر الوجود اور اصل وجود،خلیفہ اللہ اعظم اور ولی نعمت عالم ہیں۔

(جزاء اللہ عدوہ ص 23 حوالہ فیصلہ کن مناظرہ ص 56)

حضور اکرم ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا ہے، جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔تمام جنت ان کی جاگیر ہے ملکوت سموات والارض حضور کے زیر فرمان ہے جنت اور دوزخ کی کنجیاں آپ کے دست اقدس میں دے دی گیں (بہار شریف 22ج ا)۔

علم غیب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ﴾ (النمل 27/65)

کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا محمد رسول اللہ سے اللہ تعالیٰ نے اعلان کروایا۔

﴿ولا اعلم الغیب﴾ (الانعام 6/50) ترجمہ: اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

﴿ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء﴾

(الاعراف 6/188)

اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں مفاتیح الغیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے یہ آیت کی تلاوت فرمائی ﴿ان اللـــه عنده علم الساعة و ینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر﴾ (لقمان 31/34) بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی

بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین پر مرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے (صحیح بخاری۔ 4777)

مگر یہ صوفیاء حقیقت محمدیہ کو اصل کائنات سمجھتے ہیں ساری کائنات کا صدور آپ کے وجود سے ہوا ہے اس لئے آپ ان پانچ باتوں سے کیسے ناواقف رہ سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:۔ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں : هو عليه السلام لا يخفى عليه شيء من الخمس المذكورة في الايته وكيف يخفى ذلك والا قطاب السبقة من امته يعلمو نها وهم دون الغوث فكيف بسيد الا ولين والا خرين الذى هو سبب كل شيء ومنه كل شيء

قرآن میں ہے کہ پانچ چیزوں کا علم کوئی نہیں جانتا۔ ہاں حضور اقدس سے ان پانچ چیزوں کا علم مخفی نہیں رہ سکتا۔ آپ کی شان تو بہت اونچی ہے بلکہ آپ کی امت کے سات اقطاب بھی ان پانچ چیزوں کا علم رکھتے ہیں۔ حالانکہ کہ یہ اقطاب غوث کے مقام سے کم درجہ رکھتے ہیں تو بتلایئے اس علم میں غوث کی کیا شان ہوگی۔ جب آپ کی امت کے غوث اور اقطاب بھی ان چیزوں کا علم رکھتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ سید اولین والاخرین ہیں اور آپ کا وجود اقدس تخلیق کائنات کا باعث ہے۔ صرف باعث ہی نہیں بلکہ اصل کائنات ہونے کی وجہ سے تمام کائنات آپ کے وجود سے ظاہر ہوئی ہے (جاء الحق ص 106)

رحمة للعالمين

ان صوفیا نے قرآن مجید کی اس آیت کو اپنے مسلک کی بنیاد بنائی۔

﴿وما ارسلنک الا رحمة للعلمين﴾(الانبیاء21/107)

اورہم نے آپ کوتمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سلف صالحین نے اس آیت کی جوتفسیر بیان کی ان صوفیاء نے اسے بالکل نظر انداز کردی اوراس کی وہ تشریح کی جس سے عبداور معبود کے مابین فرق ہی ختم ہوگیااور پوری اسلامی تعلیم کارد کردیا .ملاحظہ فرمائیں.احمد رضاخان بریلوی رحمة للعلمین کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں.

قرآن مجید میں ہے ﴿وسع ربی کل شیء علما﴾(میراپروردگارعلم کے لحاظ سے ہر چیز کوگھیرے ہوئے ہے)۔نیز﴿فقل ربکم ذو رحمة واسعة﴾ (پس کہ دو کہ تمہارا رب وسیع رحمت کا مالک ہے) یہاں خدا کی شان علیمی کو ہر چیز پر محیط کیا ہے قرآن مجید میں خدا تعالٰی کی رحمت کو بھی وسیع کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے﴿وسعت رحمتی کل شیء﴾ میری رحمت ہر چیز کوگھیرے ہوئے ہے.جس طرح خدا کی صفت علم میں عمومیت پائی جاتی ہے ہو بہو وسعت کے لحاظ سے ایسی ہی عمومیت صفت رحمت میں بھی ہے جہاں صفت رحمت ہر چیز کواپنے دامن میں لیے ہوئے ہے وہاں صفت علم بھی ہر چیز کواپنی وسعت میں سمیٹے ہوئے ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت ہے کیا چیز اور اس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی رحمت حضور اقدس علیہ الصلو اۃ والسلام کی ذات اقدس ہے دیکھیے آیت ﴿وما ارسلنک الا رحمة للعلمين﴾ پس جس طرح خدا کی رحمت ہر جگہ موجود ہے اسی طرح آپ کی ذات بھی ہر جگہ موجود ہے اور ہر چیز کواپنے سایہ عاطفت میں لیے ہوئے ہے اوراس کے ساتھ ہی پہلو بہ پہلو خدا کی شان علیمی بھی اپنی بہار دکھا رہی ہے موجودات میں خدا کی صفت علم اور صفت رحمت کی یہ جلوہ گری اپنی وسعت کے لحاظ سے بالکل یکساں اس سے ہمیں یہ لازم تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جہاں آپ کی ذات موجود ہے وہاں آپ کا علم

بھی موجود ہے اور یہ مسلم ہے کہ آپ کی ذات مقدس بلحاظ مجسمہ رحمت ہونے کے ہر جگہ موجود ہے اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور اس پر ہر وقت خدائی علم کی وسعت کا پرتو پڑ رہا ہے (الامتیاز بین الحقیقت والمجاز ص 93)

سعید احمد کاظمی نے اس آیت سے جس طرح بریلویت کے عقائد ثابت کئے ہیں ملاحظہ فرمائیے .امت محمدیہ علی صاجہا الصلوۃ والتحیہ کے نزدیک یہ امر قطعی ہے کہ اس آیت کریمہ میں کاف خطاب سے مراد سید عالم حضرت محمد ﷺ کی ذات مقدسہ اور یہ امر بھی واضح ہے کہ رحمتہ للعالمین ہونا حضور نبی اکرم کا وصف خاص ہے یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علاوہ کوئی رحمتہ للعالمین نہیں ہوسکتا جس کی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ حضور علیہ السلام کی مدح میں وارد ہے اور قاعدہ ہے کہ مقام مدح میں جو وصف وارد ہوگا وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہوگا کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح ممکن نہیں لہذا ضروری ہوا کہ رحمتہ للعالمین ہونے کا وصف حضور علیہ السلام کے لیے خاص ہو ....العلمین سے مراد صرف انسان یا جن وملائکہ ہی نہیں بلکہ کل ماسوی اللہ ہے یہ اس لیے حضور ﷺ کا رحمتہ للعالمین ہونا جہت رسالت سے ہے اور رسالت کل مخلوق کے لیے عام ہے جیسا کہ خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (ارسلت الی الخلق کافة) (مسلم) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جب رسالت کل مخلوق کیلیے عام ہے اور اللہ کے سوا ہر ذرے کو شامل قرار پائی اس کے بعد لفظ رحمت کی طرف آیئے

مفسرین کے نزدیک لفظ رحمت مفعول بہ ہو یا حال بہر صورت حضور علیہ السلام راحم قرار پاتے ہیں کیونکہ مفعول بہ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل ہے اس لیے حضور علیہ السلام کا راحم ہونا حال اور مفعول دونوں کے مطابق ہے خلاصتہ الکلام یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام کائنات کل مخلوق ایک ایک ذرہ ایک ایک قطرہ غرض اللہ کے سوا ہر شے کے لیے رحم فرمانے

والے ہیں. کسی رحم کرنے والے کے لیے چار باتیں لازم ہیں.

۱۔ سب سے پہلے یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کر سکتا ۔وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے لہذا اگر حضور علیہ السلام معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحما للعالمین نہیں ہو سکتے جب آیہ قرآینہ سے حضور علیہ السلام کا راحما للعالمین ہونا ثابت ہو گیا تو حضور ﷺ کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کرے گا۔ آیت قرآینہ کی روشنی میں حضور ﷺ راحما للعالمین ہیں تو جب تک حضور ﷺ تمام عالمین کا ماسوی اللہ جمیع کائنات ومخلوقات کو نہ جانیں اور جمیع ما کان وما یکون کا علم حضور ﷺ کو نہ ہو تو اس وقت حضور ﷺ راحما للعالمین نہیں ہو سکتے جب حضور علیہ السلام کا راحما للعالمین ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا ہے

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت واختیار نہ رکھتا ہو اس سے معلوم ہوا قدرت واختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لیے ضروری ہے جب حضور ﷺ تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لیے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور ﷺ کے لیے حاصل ہے

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت واختیار سے کام نہیں چلتا۔ کسی رحم کرنے والے کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو یہ بات تو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھیے کہ مثلاً آپ تین فرلانگ کے فاصلے پر کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں ایک

خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا ہے۔ وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا آپ اس کی مدد کے لیے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کے لیے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اس کے حال سے بھی واقف ہیں۔ رحم کرنے کی قدرت واختیار بھی آپ کو حاصل ہے لیکن اپنے اختیار سے رحم نہیں کر سکتے صرف اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دور ہے اور آپ اس سے دور ہیں۔ آپ اپنی حیات، قدرت واختیار کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کر سکتے معلوم ہوا کہ رحم کرنے کے لیے راحم کا مرحوم کے قریب ہونا بھی ضروری ہے اس آیت قرآنیہ سے جب رسول کریم ﷺ کے لیے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کے لیے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور کریم ﷺ اپنی روحانیت ونورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور کے قریب ہے اگر یہاں یہ شبہ کیا جائے کہ ایک ذات تمام جہانوں کے قریب کیسے ہو سکتی ہے ایک فرد کسی ایک کے قریب تو ہو گا اس کے علاوہ وہ باقی سب سے دور ہو گا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ فرد واحد افراد کائنات میں ہر ایک کے قریب ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن دو کے درمیان نزدیکی مقصود ہے اگر وہ دونوں کثیف ہوں تو واقعی ایسا ہی ہو گا کہ فرد واحد افراد مختلفہ فی الزمان والمکان سے بیک وقت قریب نہیں ہو سکتا۔ اور دونوں لطیف ہوں یا دونوں میں سے ایک لطیف ہو تو جو لطیف ہو گا تو بیک وقت تمام موجودات کائنات کے قریب ہو سکتا ہے جس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اس لیے حضور کا تمام افراد ممکنات سے قریب ہونا بالکل واضح اور روشن ہے ہم کثیف سہی لیکن حضور ﷺ تو لطیف ہیں لہذا حضور کا ہم سے قریب ہونا کوئی دشوار عمل نہیں۔ آواز کی لطافت کا یہ حال ہے کہ جہاں تک ہوا جا سکتی ہے آواز بھی وہاں تک پہنچ

سکتی ہے لیکن حضور آواز اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہیں ہوا اپنے مقام محدود سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور آواز ہوا سے آگے نہیں جا سکتی لیکن جہاں آواز اور ہوا بھی نہ جا سکے، آواز اور ہوا تو کیا، یوں کہیے کہ جہاں حضرت جبرائیل کا بھی گزر نہ ہو سکے وہاں حضور علیہ السلام ﷺ پہنچ جاتے ہیں لیکن جہاں زمانہ اور مکان بھی نہ پایا جا سکے وہاں بھی حضور علیہ السلام ﷺ پائے جاتے ہیں یقین نہ آئے تو شب معراج کا واقعہ سامنے رکھ لیجئے جس سے آپ کو ہمارے بیان کی پوری تصدیق ہو جائے گی لہذا ایک آیت سے پانچ مسائل وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئے یعنی حضور علیہ السلام تمام عالموں کے لیے رحمت فرمانے والے ہیں لہذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات کے عالم بھی ہیں اور ساتھ ہی ہر عالم کے ہر ذرے پر اپنی رحمت اور نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار بھی رکھتے ہیں اس کے ساتھ تمام عالم کو محیط اور تمام کائنات کی ہر شے سے قریب بھی ہیں، نیز ایسے روحانی، نورانی اور لطیف ہیں کہ جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز کے قریب ہونا دوسری سے بعید ہونے کو مستلزم نہیں۔ بلکہ بیک وقت تمام افراد عالم سے یکساں قریب ہیں۔

(مقالات کاظمی ص 99 ج 1)۔

نیز لکھتے ہیں:۔ جب وہ رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے روح دو عالم ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عالم کا کوئی فرد یا جز و اس رحمت مقدسہ سے خالی ہو جائے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہو کر روح کائنات ہیں علم کے ہر ذرے میں روحانیت محمدیہ کے جلوے چمک رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کی یہ جلوہ گری علم و ادراک اور نظر و بصر سے معرّیٰ ہو کر نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ روحانیت و نورانیت ہی اصل ادراک اور حقیقت نظر و بصر ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ عرش سے فرش تک، تمام مخلوقات و ممکنات کے خالق لطیفہ پر حضور نبی کریم ﷺ حاضر و ناضر ہیں اس مضمون کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ امر خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ علماء عارفین اور اولیاء

کاملین نے جو حقیقت محمدیہ کو تمام ذرات کائنات میں جاری وساری بتایا ہے ان کا اصل یہی آیۃ مبارکہ ہے (تسکین الخواطر ص 41)۔

قارئین کرام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن حکیم سیکھا انہوں نے قرآن کے الفاظ کے ساتھ اس کا مفہوم بھی رسول اللہ ﷺ سے سمجھا جو کچھ سعید احمد کاظمی صاحب نے رحمتہ للعالمین کی آیت سے ثابت کیا ہے صحابہ کرام اور ائمہ حدیث سے یہ تفسیر نہیں ملتی امام ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے جو دین کی بات اور فعل صحابہؓ سے ثابت نہیں ہے وہ بدعت ہے اگر وہ فعل وقول دین میں داخل ہوتا تو صحابہ ضرور سبقت کرتے کیونکہ صحابہ کرام میں دین کی اتنی تڑپ تھی کہ انہوں نے جو بھی دین کی بات دیکھی اس طرف انہوں نے جلدی کرنے میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہ کی (تفسیر ابن کثیر)

کاظمی صاحب نے شب معراج کا ذکر بھی کیا۔ سوچیے شب معراج کا حقیقت محمدیہ سے کیا تعلق ہے معراج تو محمد بن عبداللہ ﷺ کو ہوا آپ کو جسد عنصری کے ساتھ مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا پھر آپ ساتوں آسمان پر گئے۔ اس سے تو مسئلہ حاضر ناظر کا رد ہوتا ہے آپ جب بیت المقدس میں تھے تو مکہ میں نہ تھے۔ اور جب آپ پہلے آسمان پر تھے تو اس وقت نہ مکہ میں تھے نہ بیت المقدس میں اور نہ دوسرے آسمان پر واقعہ معراج سے تو آپ کے عالم الغیب ہونے کی بھی نفی ہوتی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج سے واپس آکر یہ واقعہ قریش مکہ کو بیان کیا۔ انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ اور بیت مقدس کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا (معراج کے واقعہ سے پہلے آپ کبھی بیت المقدس نہیں گئے تھے) رسول اللہ ﷺ کو ان سوالات سے اتنا صدمہ ہوا کہ ایسا صدمہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ اسے دیکھتے جاتے تھے اور کفار کو ان کے سوالات کا جواب

دیتے جاتے تھے (مسلم **172**) اگر آپ عالم غیب ہوتے تو مشرکین کی طرف سے بیت المقدس سے متعلق سوالات پر آپ کو صدمہ کیوں ہوتا؟ اس طرح محمد بن عبداللہ ﷺ نے ایک ماہ تک پانچوں نمازوں میں رکوع کے بعد ان کافروں کے لیے بددعا کرتے رہے جنہوں نے **70** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بئر معونہ کے مقام پر شہید کیا تھا (بخاری **2814**، مسلم **677**)

بتائیے اگر آپ عالم غیب ہوتے تو ان جلیل قدر صحابہ کرام کو ان منافقین کے ساتھ روانہ ہی کیوں کرتے اور اگر آپ مختار کل ہوتے تو صحابہ کرام کی حفاظت فرماتے اور کفار ان کو قتل کر کے آپ کو رنجیدہ نہ کر سکتے۔ سیرت رسول کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ کاظمی صاحب نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہ محمد بن عبداللہ کی صفات نہیں ہیں۔ کاظمی صاحب کا یہ فرمانا کہ امت محمدیہ کے نزدیک یہ امر قطعی ہے کہ ﴿وما ارسلنک الا رحمة العالمین﴾ میں کاف خطاب سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں بالکل درست ہے۔ مگر کون محمد رسول اللہ؟ امت کے نزدیک محمد رسول اللہ سے مراد محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین میں سے کوئی ایک بھی اس سے مراد حقیقت محمدیہ نہیں لیتا۔ وہ اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں:

آپ پوری انسانیت کے لیئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جس نے آپ کی بات کو قبول کیا اور ایمان لے آیا گویا اس نے اس رحمت کو قبول کر لیا۔ اور وہ دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہوا۔ اور آپ نے ان کے لیئے بھی اس معنی میں رحمت ہیں جنہوں نے آپ کے دین کو قبول نہ کیا کہ وہ قوم نوح اور قوم لوط کی طرح بالکل تباہ و برباد نہیں کیے جائیں گے حقیقت محمدیہ اور وحدۃ الوجود جیسے عقائد سے صحابہ، تابعین اور سلف صالحین بری ہیں۔

فیوضات الٰهی کا واسطه

علماء دیو بند کے استاد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں واسطہ فی الفروض ہونے کی پوری پوری صفت تو خداوند کریم میں ہی ہے۔ اس وجہ سے اسے مالک حقیقی سمجھنا چاہیے۔ دوسرے رتبے میں رسول اللہ ﷺ کی مالکیت سمجھیے کیونکہ اول تو رسول اللہ محققین کے نزدیک وسیلہ تمام فیوض اور واسطہ فی الفروض تمام عالم کے لیے ہیں چنانچہ آپ کے لیے مقام وسیلہ کا ملنا بھی عقل کے نزدیک اسی طرف مشیر ہے اور یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ عجب نہیں جو روایت لولاك لما خلقت الا فلاك صحیح ہو کیونکہ اس کا مضمون صحیح ہی معلوم ہوتا ہے (آب حیات ۱۸۶)

ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح لولاک والی موضوع (من گھڑت) روایت کے مضمون کو صحیح قرار دیا جارہا ہے۔ مسلک دیو بند کے ایک اور عالم حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں "ہمارے تمام اکابر کا عقیدہ ہے کہ ذات نبویہ ازل سے ابد تک واسطہ فیوضات الٰہیہ ہیں اور اسی واسطے اس کا نام حقیقت محمدیہ ہے۔ قاسم نانوتوی صاحب کا یہ شعر بھی اسی نظریے کی ترجمانی کر رہا ہے.

ے جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود

بجا ہے تم کو اگر کہیے مبدا الآثار

(الشہاب الثاقب ۲۲۶)

نانوتوی صاحب کے شعر کے مطابق کائنات کی ہر چیز آپ کی ذات کی وجہ سے عدم سے وجود میں آئی اس لیئے آپ مبدا الاثار ہیں۔ یہی مفہوم حقیقت محمدیہ کا ہے۔

حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:

"اب اس کے مقابلے میں ان ہمارے حضرات اکابر کے اقوال عقائد کو ملاحظہ فرمایے۔ یہ جملہ حضرات (اکابر علماد یو بند) ذات حضور پر نور کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات و میزاب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کیے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم

ہوئی ہیں اور ہوں گی، عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی، ان سب میں آپ کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ علی صاحب الصلوۃ والسلام واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہیں معنی لولاك لما خلقت الافلاك۔ اول ما خلق الله نوری اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں۔

اس احسان وانعام عام میں جملہ عالم شریک ہے۔ علاوہ اس کے آپ کی ذات مقدسہ کو ارواح مومنین سے وہ خاص نسبت ہے کہ جس کی وجہ سے آپ باپ روحانی جملہ مومنین کے ہیں۔ اور یہ احسان بھی ابتداء عالم سے آخر تک کے مومنین کو عام ہے۔ علاوہ اس کے مومنین امت مرحومہ کے ساتھ ماسوا اس کے اور بھی خاص علاقہ ہے جو کہ اور امم کے مومنین کو نہیں حضرت سرور کائنات کے احسانات غیر متناہیہ کی تفصیل اگر معلوم کرنی ہو تو رسالہ آب حیات، رسالہ قبلہ نما واجوبہ اربعین وتحذیر الناس وغیرہ دیکھیئے اس کے بعد قصائد قاسمیہ سے قاسم نانوتوی کے چند اشعار نقل کیے۔

تو فخر کون مکان ، زبدہ زمین و زمان
امیر لشکر پیغمبراں شہہ ابرار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود
بجا ہے اگر تم کو کہئے مبدا الآثار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخرکار

(شہاب الثاقب ۹۲۲۶)

جو کچھ قاسم نانوتوی نے بیان کیا، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور ائمہ حدیث اس سے بالکل ناواقف تھے۔ وہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروایا۔ ﴿قل لا املک لنفسی ضرا و لا نفعا الا ما شاء الله﴾ (یونس 10/49) آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا اللہ کو منظور ہو۔

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات تک کے لیے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے تو ان کے بارے میں تو یہ مانا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ تمام عالم کے لیے فیوض الٰہی کا واسطہ ہے۔ باقی حقیقت محمدیہ تو اس کا ماخذ سلف الصالحین نہیں ہیں بلکہ صوفیہ کے شیخ اکبر ابن عربی اور اسکے ہم نواہی کے یہ نظریات ہیں ۔ یہی بات حسین احمد مدنی تحریر کرتے ہیں: ''حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ بلند پایہ مضامین ارشاد فرماتے ہیں جن کے حریم معلے تک جلیل القدر علماء کی طائر فکر بھی پرواز نہیں کر سکا تھا (نقش حیات)

وحی سے قبل نبوت

یہ صوفیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسم ''علیم'' روح محمدی کا مربی ہے۔ اور روح محمدی حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے ہی نبی تھی۔ آپ کی روح ہی حقیقی نبی ہے۔ اور آپ کی نبوت بالذات ہے باقی انبیاء کی نبوت آپ کا فیض ہے مکہ میں جبرائیل کا آنا آپ کے علم کے لیے نہیں تھا بلکہ اجراء قوانین کے لیئے تھا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

ایک شبہ: ہماری اس تحریر پر بعض حضرات کی طرف سے ایک شبہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے سب کچھ لے سکتے ہیں تو پھر ان کے اور رب کے درمیان جبرئیل کا واسطہ کیوں رکھا گیا اور وحی کا سلسلہ کیوں قائم کیا گیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿نزل به

الروح الامین علی قلبک﴾ (الشعراء۱۹۳-۲۶) حضرت جرائیل نے یہ قرآن آپ کے دل پر اتارا۔ان آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم بلاواسطہ رب سے کچھ نہیں لے سکتے ایسے ہی رسول بلاواسطہ اس سے کچھ نہیں لے سکتے۔وہ حضرات ایک اور رسول کے حاجت مند ہیں جنہیں شریعت کی زبان میں روح القدوس یا جرائیل کہتے ہیں۔اس لیے قرآن کریم نے حضرت جبرائیل اوران کے معاونین فرشتوں کو رسول بنایا۔

اس شبہ کا ازالہ

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ وحی کی آمد اور جبرائیل کا حضورﷺ پر آنا قانون کے اجرا کے لیئے ہے نہ کہ رسول اکرمﷺ کے علم کے لیئے رب تعالیٰ نے حضور کو پہلے ہی سب کچھ سکھا پڑھا کر بھیج دیا یہ مگر قوانین الہیٰ کا بندوں میں اجراء اس وقت ہوگا جب بذریعہ وحی قانون نازل فرمایا جائے گا اس کے چند دلائل یہ ہیں.ایک یہ کہ رب العالمین نے قرآن کریم کی تعریف اس طرح فرمائی ﴿ھدی للمتقین﴾ یہ قرآن پرہیز گاروں کا ہادی ہے یعنی اے محبوب تمہارا ہادی نہیں ۔تم تو پہلے ہی ہدایت یافتہ ہو کہیں ھدی لک نہ فرمایا کہ یہ قرآن آپ کے لیے ھدایت ہے دوسرے یہ کہ نزول قرآن کا سلسلہ حضورﷺ کی عمر شریف کے چالس سال کے بعد شروع ہوا مگر حضور کی 40 سالہ زندگی صدق وامانت ،راست گفتاری و پاکبازی کا مرقع تھی۔حتیٰ کہ کفار نے آپ کو امین وصادق الوعد کا خطاب دے رکھا تھا اگر آپ کی ہدایت نزول قرآن پر موقوف ہوتی تو آپ کے یہ چالس سال اپنے ماحول کے مطابق عام اہل عرب کے مطابق گزرتے اور احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ۔نے اس دراز مدت میں کفر شرک تو کیا کبھی کھیل کود ،تماشوں ،شراب جھوٹ وغیرہ کے بھی قریب نہ گئے.تیسرے یہ کہ جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس وقت سرکار غار حرا میں 6 ماہ سے اعتکاف ،نماز سجدہ و رکوع وغیرہ عبادت میں مشغول ،غور

کیجئے کہ اس زمانے میں حضور ﷺ نے یہ عبادتیں کس سے سیکھی تھیں چوتھے یہ کہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کو نماز کا تحفہ معراج کی رات لا مکان میں پہنچ کر عطا ہوا اور معراج کے سویرے فجر کی نماز نہ پڑھائی گئی۔ ظہر کے وقت سے متواتر دو روز تک جبریل امین حاضر ہوتے رہے اور حضور ﷺ کو ہر وقت کی نماز پڑھاتے رہے تب نماز پنجگانہ جاری کی گئی مگر یہ بھی غور کیا کہ معراج کی رات فرش سے عرش پر جاتے ہوئے حضور ﷺ نے بیت المقدس میں سارے انبیاء کرام کو نماز پڑھائی اس طرح آپ امام ہوئے اور سارے انبیاء مقتدی۔ جن میں بعض موذن اور بعض مکبر بنے۔ غور تو کرو نماز لینے جارہے ہیں مگر نماز پڑھا کر جارہے ہیں اور کن کو نماز پڑھائی۔ ماوشما کو نہیں بلکہ ان انبیاء کرام کو جو اپنی امتوں کو نماز پڑھاتے، بتاتے، سکھاتے رہے اور یہ مسئلہ معلوم ہونا چاہیے کہ نماز کا امام شرعاً وہ ہوتا ہے جو تمام مقتدیوں سے زیادہ نماز کے مسائل سے واقف ہوتا ہے پانچویں یہ کہ حضور ﷺ پر وحی بواسطہ جبریل علیہ السلام نہ ہوتی تھی وحی کا بیشتر حصہ وہ ہے جو بلاواسطہ جبریل حضور پر القا ہوتا تھا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی﴾

ہمارے محبوب اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے وہ سب وحی الٰہی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر کلام پر جبریل امین وحی لے کر نہ آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی﴾

پھر ہمارے محبوب قریب سے قریب ہوئے چنانچہ پھر دو کمانوں میں ہو گئے پھر رب نے اپنے بندے کو جو وحی کی سو کی۔

ظاہر بات یہ ہے کہ اس قرب خاص کے وقت جو وحی کی گئی وہاں جبریل امین کا گمان وخیال بھی نہ پہنچ سکا غنچے ما اوحی کے وہ چٹکے دنی کے باغ سے بلبل سدرہ تک ان کی بو سے محروم ہیں بہر حال

یہ ماننا ہی پڑے گا کہ رب العالمین اور محبوب کے درمیان جناب جبریل امین کی آمد و رفت اور وحی کا سلسلہ اجراء قوانین کے لیے ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ کے محض علم کے لیے۔ ورنہ پھر جیسے ہم حضور کے امتی ہیں حضور جبریل امین کے امتی ہوئے اور جیسے ہم حضور ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں حضور جبریل امین کا کلمہ پڑھتے۔ (رسائل نعیمیہ ص 253)

مفتی احمد یار صاحب نعیمی نے حقیقت محمدیہ کے بجائے محمد بن عبداللہ ﷺ کے بارے میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ سکھا پڑھا کر بھیجا ہے اور جبریل کا آنا آپ کے علم کے لیے نہیں تھا اگر واقعی محمد بن عبداللہ ﷺ نبوت سے پہلے قرآن کا علم جانتے تھے اور ایمان کی تفصیلات سے آگاہ تھے تو قرآن مجید کی اس آیت کا کیا مطلب ہے۔

﴿وکذلک او حینا الیک رو حا من امرنا ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان﴾ (الشوریٰ 42/52)

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے آپ اس سے پہلے یہ نہ جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے اگر آپ کو معلوم تھا کہ آپ پر کتاب اللہ کا نزول ہو گا تو اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا ہے۔

﴿وما کنت تر جوا ان یلقی الیک الکتب﴾ (القصص 28/86)

اور آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی۔

اگر آپ کو پہلے ہی سے سب کچھ پڑھا لکھا کر بھیجا ہے تو پہلی وحی کے موقعہ پر آپ نے فرشتے سے کیوں کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ وحی کے بعد جب آپ گھر آئے تو آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے کمبل اڑھا دو۔ پھر جب خوف جاتا رہا تو آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "مجھے کیا ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے (بخاری۔ مسلم) آخر یہ سب کچھ کیا

ہے؟ یہ آیت واحادیث نعیمی صاحب کے موقف کی تائید نہیں کرتیں۔

دراصل یہ صوفیاء رسول اللہ ﷺ کو اول مخلوق جانتے ہیں۔ آپ کو اصل کائنات مانتے ہیں۔ جڑ اور شاخوں کی مثال دے کر سعید احمد کاظمی صاحب نے ذکر حبیب میں آپ ﷺ کو مبداء کائنات اور مقصود کائنات قرار دیا۔ یہی بات قاسم نانوتوی صاحب یوں کہتے ہیں۔

اس بارے میں میرا نظریہ یہ ہے کہ اولیت زمانی یا آخریت زمانی بحیثیت جہات مختلفہ خاتمیت مرتبی کے اجزاء ہیں۔ میں اصل کمال معلولات اور مسببات کو گردانتا ہوں اور دوسرے حضرات اس کے برعکس دوسری بات کو لیتے ہیں دوسرے لفظوں میں میرے نزدیک اولیت شفاعت، اولیت مخلوقیت اور خاتمیت کی بنا پر اولیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہونا آن حضرت محمد ﷺ کے کمال ذاتی کی وجہ سے ہے اولیت اور آخریت اس کے مقتضیات میں سے ہے آپ کی اولیت اور آخریت وجہ کمال اور مقتضیاء علت نہیں ہے اس کی مثال یوں سمجھیے کہ تخم اور جڑ کی بوجہ اولیت ذاتی کے اولیت زمانی ہوتی ہے کیونکہ اس کا ظہور اس علت اور سبب کی وجہ سے ہوتا ہے اور پھل کے آخر میں ظہور اس کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور مقصود ہاتھ آجاتا ہے کہ علت سے انتہا پیدا ہوتی ہے اس کے برعکس معاملہ نہیں ہوا کرتا۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ تقدم زمانی سے اصل مقصد ہاتھ آیا۔ ثمر جو کہ مقصود ہے علت غائی تاخر زمانی سے حاصل ہوتا ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ کمال ذاتی کو اصل قرار دیں یا تاخر زمانی کو کمال کی علت کہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ص 150)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

نبی کریم ﷺ اول مخلوقات ہیں بدلیل اول ما خلق اللہ نوری اور آخر الانبیاء ہیں بدلیل خاتم النبین۔ (مناظرہ عجیبہ ص 125)

قاسم نانوتوی صاحب اور دیگر صوفیاء جس روایت سے استدلال کرتے ہیں اس کی سند ہی موجود

نہیں البتہ اہل تشیع کی کتاب (اصول کافی جلد نمبر 1 ص 442) میں ابو جعفر محمد بن علی بن حسین الباقر رحمتہ اللہ علیہ سے یہ روایت منسوب ہے اس کی سند میں المفضل بن صالح (ابو جمیلہ الا سدی راوی ہے. یہ شخص اہل تشیع کے نزدیک بھی کذاب ہے ایسی روایات مسلمانوں کے عقیدے میں داخل کرنا کتنا خطرناک ہے؟

محمد رسول اللہ ﷺ کو اصل کائنات اور اللہ تعالیٰ کے تمام فیوض کا واسطہ قرار دے کر ان صوفیاء نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ ﷺ کی نبوت بالذات ہے اور باقی تمام انبیاء کی نبوت بالعرض ہے تمام انبیاء نبی ﷺ کے طفیلی ہیں سارے انبیاء حقیقت محمدیہ سے فیض لے کر اپنی امت کو پہنچاتے رہے ہیں اس لیے محمد ﷺ نبی الانبیاء بھی ہیں اس نظریہ کی تشریح صوفیاء دیوبند کی زبانی سنیے قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں. اب سنیے: وصف نبوت میں بھی یہی تقسیم ہے کہیں نبوت ذاتی ہے اور کہیں عرضی ہے سو رسول اللہ ﷺ کی نبوت تو ذاتی ہے اور سوا آپ کے سب انبیا کی نبوت عرضی ہے دلیل نقلی تو اس کے لیے آیت ﴿ واذ اخذ اللہ میثاق النبین ﴾ ہے اس لیے کہ سب کی نبوت اگر اصلی ہے تو پھر سب متاوی الاقدام ہیں اس صورت میں مقتضائے حکمت حکیم مطلق یہ ہوتا تھا کہ کوئی کسی کا تابع اور مقتدی نہ ہوتا ۔ (آب حیات 252) دوسری جگہ لکھتے ہیں. ﴿ ویتم نعمتہ علیک ﴾ تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اسم علیم مربی روح محمدی ﷺ ہو اسلیے کہ سورۃ فتح میں اتمام نعمت خاص آپ کے لیے ہے اور سورۃ مائدہ میں ﴿ واتممت علیکم نعمتی ﴾ اگرچہ خطاب عام ہے مگر مقصود بالذات آنحضرت ﷺ ہیں اور سب آپ کے طفیلی ہیں اور آپ امام ہیں۔ (آب حیات ص 153) اسم علیم روح نبوی کا مربی ہے۔ یہ نظریہ ابن عربی کا ہے۔ وہ وحدۃ الوجودی تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت کا مفہوم نہیں جانتے تھے. آل عمران کی آیت نمبر 81 میں نبیوں سے جس عہد کے لینے کا ذکر ہے مفسرین لکھتے

ہیں کہ ہر نبی سے یہ وعدہ لیا گیا کہ ان کی زندگی اور دور نبوت میں اگر دوسرا نبی آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے مقصود ان نبیوں کی ان امتوں کو یہ سمجھانا ہے کہ جب نبی کی موجودگی میں آنے والے نئے نبی پر خود اس نبی کا ایمان لانا ضروری ہے تو ان امتوں کے لیے تو اس نئے نبی پر ایمان لانا بطریق اولی ضروری ہے۔ اگر بعض مفسرین نے یہ اصرار لیا ہے کہ یہ عہد محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لیا گیا کہ اگر وہ ان کے دور میں آجائیں تو اپنی نبوت ختم کر کے ان پر ایمان لانا ہوگا آیت کریمہ خود اس آنے والے رسول پر بھی یہ لازم ہے کہ وہ ﴿مصدق لما معکم﴾ اس چیز کی تصدیق کر کے جو سابق نبی کے پاس تھی پھر یہ کہنا سابق نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیلی ہیں کیسے درست ہے؟ کسی صحابی نے یہ تفسیر بیان نہیں کی کہ آپ نبیوں کے بھی نبی تھے تمام انبیاء علیھم السلام آپ کے طفیلی تھے جیسا کہ قاسم نانوتوی صاحب نے لکھا ہے اللہ کے اسم علیم کو روح محمدی کا مربی بنا کر اس سے نبوۃ بالذات کو مصدر علم بنانا پھر نبوت کو کمالات علمی کا محور بنا کر آپ کی نبوت کو نبوۃ بالذات قرار دینا اور دیگر انبیاء کو آپ کا طفیلی کہنا قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے اعلان کرواتا ہے۔

﴿قل ما کنت بدعا من الرسل﴾۔ کہہ دیجیے میں کوئی انوکھا پیغمبر نہیں ہوں۔

اگر سابق انبیاء علیہم السلام آپ کے طفیلی ہیں آپ ان کے بھی نبی ہیں وہ آپ سے فیض لے کر اپنی امتوں کو پہنچاتے رہے تو پھر قرآن مجید میں کیوں ہے کہ بعض نبیوں کے حالات ہم نے آپ سے بیان ہی نہیں کئے۔

﴿ورسلا قد قصصنهم علیک من قبل ورسلا لم نقصصهم علیک﴾

(النسا 4/164)

اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور بہت

سے رسولوں کے نہیں کیے۔

اگرچہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے جو نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت دی گئی ہے، لیکن آپ نے اپنی امت کو دوسرے انبیاء علیھم السلام کی بابت ادب واحترام سکھاتے ہوئے اس بات سے منع کیا کہ آپ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت دی جائے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک انصاری میں اور ایک یہودی میں کچھ جھگڑا ہو گیا، انصاری نے کہا ''اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو تمام عالم پر فضیلت دی۔ یہودی نے کہا ''اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام عالم پر فضیلت دی انصاری نے یہ سن کر یہودی کے طمانچہ مار دیا یہودی نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی آپ نے اس انصاری کو بلایا اور ان سے جواب طلب کیا۔ اس انصاری نے تمام حال سنایا۔ رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے۔ آپکی ناراضگی آپ کے چہرے سے ظاہر تھی۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دیا کرو (بخاری **3414** مسلم **2373**)

معلوم ہوا کہ سابقہ انبیاء علیہ السلام کی رسالت حقیقی کو اعراض کے درجے میں داخل کرنا انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کا طفیلی ثابت کرنا قرآن سنت کے صریحا خلاف ہے یہ عقیدہ صحابہ کرام کا نہ تھا بلکہ اس کا ماخذ ابن عربی اور دیگر صوفیاء ہیں قاسم نانوتوی صاحب کا عقیدہ ملاخطہ فرمایئے'' تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہے تو لیجیے زمین وکوہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں ہے اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی سو اسی طور

رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے مگر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں ہے آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامتہ ہیں ویسے نبی الانبیاء بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ شہادت ﴿واذ اخذ اللہ میثاق النبین﴾ اور انبیاء کرام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اقتدار اور اتباع کا عہد لیا گیا ہے۔ (تحذیر الناس 4)۔

قارئین کرام۔ انبیاء کرام سے آپ کی اتباع کرنے کا عہد وہ بھی اگر نبی کریم ﷺ ان کی زندگی میں مبعوث ہو جائیں کیا اس بات کی دلیل بن سکتی ہے کہ محمد صلی ﷺ کی نبوت بالذات ہے اور باقی نبی آپ ﷺ کے طفیلی ہیں کیا یہ تحریف نہیں ہے؟ کسی امام اہل سنت نے سابقہ انبیاء کو طفیلی ثابت نہیں کیا یہ صرف ابن عربی اور اس کے ہم نوا صوفیاء کی کارستانی ہے جس کی تائید قاسم نانوتوی صاحب کرر ہے ہیں ملاخطہ فرمایئے .اور انبیاء علیہم السلام آن حضرت ﷺ سے فیض لے کر اپنی امتوں کو پہنچاتے ہیں غرض بیچ میں واسطہ فیض ہیں مستقل بالذات نہیں۔ مگر یہ بات وہی ہے جو آئینے کی نور افسانی میں ہوتی ہے۔ غرض جیسے آئینہ آفتاب اس دھوپ میں واسطہ ہوتا ہے جو اس وسیلہ سے ان مواضع میں پیدا ہوتی ہے جو خود مقابل آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہیں ایسے ہی انبیاء باقی بھی مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی ذاتی کمال نہیں۔ (تحذیر الناس ص 28)

خود یہ صوفیاء دیوبند تسلیم کرتے ہیں کہ یہ نظریات ابن عربی کے ہیں اور دوسرے جلیل القدر علماء بھی ان کا ادراک نہیں کر سکے. حسین احمد مدنی صاحب قاسم نانوتوی کے اس نظریہ کی تائید یوں کرتے ہیں. تمام انبیاء علیہم السلام کے جملہ کمالات اور علوم بلکہ نبوت و رسالت کو بھی جناب

رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے حاصل ہونا نہایت مفصل طریقہ پر ثابت فرماتے ہیں کمالات ولایت وقرب وغیرہ تو درکنار نفس وجود جملہ عوالم وعالمیاں کو بھی آپ ہی کے ذریعے ثابت فرما رہے ہیں قصیدہ مدحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

جلوے میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود

بجا ہے تم کو اگر کہیے مبداء الآثار

یہ اشعار کسی ال فل مارنے والے اطرائے مادح کرنے والے فی کل واد یہیمون کے مصداق مبالغ اور مخرط غالی شاعر کے نہیں بلکہ ایک خدا رسیدہ محقق۔ مجسمہ معرفت وحقیقت، امام اہل صدق وصفا، غواص بحر طریقت، امام اہل کشف وشیور، عارف بے بدل اور فاضل کے ہیں جو کہ حقیقت اور واقعیت کے سوا کسی غلط مجاز اور مبالغہ کے روادار نہیں۔

(نقش حیات ص 12,105,104)

موصوف بالذات ایک اور اول ہوتا ہے اس کے ذریعے سے اوصاف متعدی ہو کر دوسروں تک بعد میں پہنچتے اور انکو موصوف بالوصف کر دیتے ہیں جیسے عالم اسباب میں موصوف بالنور بالذات آفتاب ہے اس کے ذریعے تمام کواکب متصف بالنور ہیں یہی حال وصف نبوت کا ہے جناب رسول اللہ ﷺ اس سے متصف بالنور ہیں اسی وجہ سے آپ کو سب سے پہلے نبوت ملی، جیسا کہ ارشاد ہے۔

کنت بنیا وادم منجدل بین الماء والطین۔

جس طرح شہنشاہی عہدوں میں وزارت عظمیٰ پر تمام عہدہ ہائے شہنشاہی ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح آپ پر تمام مراتب قرب خداوندی ختم ہو جاتے ہیں۔ یقیناً جو تحقیق حضرت مولانا نانوتوی نے اس رسالہ تحذیر الناس میں ارشاد فرمائی ہے وہ نہایت اعلیٰ اور احکم اور نہایت دقیق وپر مغز

ہے جس سے بڑے بڑے علماء مصنفین کی تحریریں خالی ہیں ۔البتہ شیخ اکبر ابن عربی اور علامہ سبکی کی تصانیف میں اس مضمون کا پتا چلتا ہے (نقش حیات ص 111,11 ,ج ح)

قاری طیب مہتمم دارلعلوم دیو بند قاسم نانوتوی صاحب کے فلسفہ کے شارح اور عقائد علماء دیو بند کے ترجمان ہیں اس مسئلہ کو یوں بیان کرتے ہیں .بلکہ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نور نبوت میں سب انبیاء کے مربی، ان کے حق میں مصدر فیض اور ان کے انوار کمال کی اصل ہیں اس لیئے اصل میں نبی آپ ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اصل سے نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں پس آپ ان سب حضرات انبیاء کے حق میں مربی اور اصل نور ثابت ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو نبی الامت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے جیسا کہ روایات حدیث میں ہے جیسے آپ امت کے حق میں نبی امت ہونے کی وجہ سے مربی ہیں ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ نبی الانبیاء ہونے کے مربی ہیں ۔حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آ گیا ،نبی ہو گیا اس طرح نور نبوت آپ ہی سے اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہو گیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے اس کے وصف خاص کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہا بھی ہو جاتی ہے اس لیے ہم آپ کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبین کہیں گے کہ آپ ہی پر تمام انوار نبوت کی انتہا ہے جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخر کار آپ پر ہی عود کر آتی ہے ۔پس آفتاب کی تمثیل سے آفتاب نبوت کا مبدا بھی ثابت ہوتا ہے اور منتہا بھی ۔نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی ،فاتح بھی اور خاتم بھی چنانچہ آپ نے اپنی نبوت کی اولیت کا ان الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد میں نبی بن چکا تھا جب کہ ادم ابھی روح اور جسم کے درمیان ہی میں

تھے یعنی ان کا خمیر ہی کیا جارہا تھا اور ان کی تخلیق مکمل بھی نہیں ہوئی تھی جس سے واضح ہے کہ آپ انبیاء کے حق میں بمنزلہ فرتح کے ہیں کہ ان کا علم اور خلق آپ کے فیض سے ظہور پذیر ہوا۔ (آفتاب نبوت ص 81) اگر آپ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو نہ صرف یہی کے آپ نہ پہنچانے جاتے بلکہ عالم کی کوئی چیز بھی اپنی غرض وغایت کے لحاظ سے نہ پہنچانی جاتی۔ محمد رسول اللہ ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا (آفتاب نبوت)

قارئین کرام۔ غور کیجیے کہ صوفیاء دیوبند وہی کچھ بیان کر رہے ہیں جو سعید احمد کاظمی اور دوسرے بریلوی علماء بیان کر چکے ہیں ان دونوں مکتبہ فکر کا ماخذ ابن عربی اور علامہ سبکی کی تحقیق ہے۔ وحدۃ الوجود، حقیقت محمدیہ، اور نبوت اصل کے فلسفہ کا انتہائی ساحل ابن عربی کا فلسفہ ہے صوفیاء کا یہ طبقہ چھٹی صدی میں پیدا ہوا جس نے تصوف کے فلسفہ کو ترتیب دیا، اس دور میں محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کو ابو حامد غزالی کی کتاب احیاء العلوم کو محی الدین عبد القادر جیلانی کی فتوح الغیب کو اور علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب کو بہت زیادہ شہرت ملی۔ پھر بعد میں انہیں صوفیاء کے فلسفہ کے گرد تصوف کی دنیا گردش کرتی رہی پھر بہت سے سلسلہ قائم ہوئے خلیل احمد سہارن پوری لکھتے ہیں:۔ ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت فروعات میں امام اعظم کی مقلد ہے۔ اصول اور عقائد میں امام ابوالحسن اشعری اور امام منصور ماتریدی کی متبع ہے اور سلاسل صوفیہ میں نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ کے ساتھ ہمیں انتساب حاصل ہے۔ (المہند علی المفند ص 29) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی نے ابن عربی کے نظریات ہی کو پیش کیا ہے۔ ان ہی بزرگوں کے نظریات مسلک علماء دیوبند ہے۔ جیسا کہ قاری محمد طیب صاحب بیان کرتے ہیں۔ اس جامع اور معتدل مسلک کا اصطلاحی الفاظ میں خلاصہ یہ ہے کہ علماء دیوبند دیناً مسلم ہیں۔ فرقہ کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت ہیں مذہباً حنفی

ہیں۔مشرباً صوفی ہیں عقائد میں ماتریدی ہیں سلوکاً چشتی ہیں بلکہ جامع سلاسل ہیں فکراً ولی اللہی ہیں اصولاً قاسمی (قاسم نانوتوی) ہیں۔
فروعاً گنگوہی ہیں اور نسبتاً دیوبندی ہیں (مسلک علماء دیوبند ص 77) انور شاہ کشمیری نے فرمایا ہم نے عقائد میں تو امام تسلیم کیا ہے حضرت مولانا نانوتوی کو اور فروع میں امام تسلیم کیا ہے مولانا رشید احمد گنگوہی کو اور دونوں سے ہم کو صاف اور مبیض علم ملا ہے۔تو اب معلوم ہوا کہ دیوبندیت منحصر ہے ان دونوں بزرگوں کے اتباع میں (خلاصہ عقائد علماء دیوبند ص 179)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور ائمہ اہل سنت صوفیاء کے نظریات کے ماخذ نہیں ہیں۔یہ گمرائیاں پانچوی صدی ہجری کے بعد شروع ہوئیں۔امام ابن جوزی امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم سمیت اہل سنت کے ائمہ ان نظریات کا خوب رد کرتے رہے ہیں اور یہ رد آج تک جاری ہے۔الحمد للہ علی ذلک.

ختم نبوت

نبوت ورسالت رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔آپ آخری رسول ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے
﴿ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین﴾ (الاحزاب 33/40) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں بلکہ آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. بنی اسرائیل کے حکمران انبیاء ہوئے تھے جب کسی نبی کی وفات ہوتی تو اس کا جانشین نبی ہوتا تھا اور یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔لہذا میرے جانشین خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے (بخاری 3455 مسلم 1842)
امت کا اجماع ہے کہ ختم نبوت کا مطلب ہے کہ آپ آخری رسول ہیں مگر ان صوفیاء نے نبوت

بالذات کا عقیدہ گھڑ کر ختم نبوت کا ایک ایسا مفہوم بیان کیا جس سے سلف صالحین نا آشنا تھے ۔اور جس مفہوم سے سلف صالحین نا آشنا ہوں وہ کب اسلامی ہوسکتا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے .المہند علماء دیوبند کے عقائد میں ایک مشہور کتاب ہے۔اور ایسی مستند ہے کہ اس پر اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات کے بعد علماء دیوبند کا عقیدہ یوں درج ہے۔

مولانا نانوتوی نے اپنی دقت نظر سے اپنے رسالہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کی اس طرح تشریح فرمائی ہے .خاتمیت ایک جنس ہے جس کے تحت دو نوع داخل ہیں۔

(۱) ایک خاتمیت باعتبار زمانہ کہ آپ کی نبوت کا زمانہ تمام نبیوں کی نبوت کے زمانہ سے موخر ہے آپ بحیثیت زمانہ سب کی نبوت کے خاتم ہیں.

(2) دوسری خاتمیت بطور ذات جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت ایسی ہے جس پر تمام نبیوں کی نبوت ختم اور منتہی ہوتی ہے۔جس طرح آپ زمانہ کے اعتبار سے خاتم النبین ہیں اسی طرح نبوت بالذات کے طور پر بھی خاتم النبین ہیں کیونکہ جو چیز بالعرض ہوتی ہے وہ بالذات چیز پر ختم ہوتی جاتی ہے۔اس سے آگے سلسلہ نہیں چل سکتا۔جب کہ آپ کی نبوت بالذات ہے اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کی نبوت کے واسطے سے ہے اور آپ ہی فرد اکمل اور دائرہ رسالت و نبوت کے مرکز اور عقد نبوت کا واسطہ ہیں پس آپ زماناً و ذاتاً خاتم النبین ہیں آپ کی محض زمانہ کے اعتبار سے نہیں اس لیے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت نہیں ہے کہ آپ کا زمانہ تمام نبیوں کے زمانے سے متاخر ہے بلکہ کامل فوقیت اور غایت رفعت اس وقت ثابت ہوگی جب کہ آپ کی خاتمیت ذات اور زمانہ دونوں کے اعتبار سے ہو۔ورنہ زمانہ کے اعتبار سے خاتم الانبیاء ہونے سے آپ کی سیادت و رفعت کمال کو نہ پہنچے گی اس دقیق مضمون میں جس طرح جلالت و عظمت نبوی کا بیان ہے مولانا نانوتوی کا مکاشفہ ہے یہ وہی تحقیق ہے جس طرح ہمارے

محققین شیخ عبدالقدوس گنگوہی، شیخ اکبر ابن عربی اور علامہ تقی سبکی نے تحقیق فرمائی ہے ہمارے خیال میں یہ تحقیق ایسی ہے کہ بہت سے علماء متقدمین اور اذ کیا متبحرین بھی ایسی تحقیق کا ادراک نہیں کر سکے (المہند، المسمی بہ عقائد علماء دیوبند ص 14)

قارئین کرام: دیکھئے کس واشگاف انداز سے اعلان ہو رہا ہے کہ اس تحقیق کا ماخذ صوفیاء ہیں علماء متقدمین نہیں ہیں. شبیر احمد عثمانی شیخ الہند کے مترجم قرآن کے حاشیہ پر

﴿ ولکن رسول الله و خاتم النبین ﴾

کی تفسیر میں لکھتے ہیں بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء علیہ ﷺ کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی پر ختم ہو جاتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے (تفسیر قرآن مجید از شیخ الہند ص 550)

یہی بات ابن عربی نے یوں کہی ہے. فکل نبی من لدن اٰدم الیٰ آخر نبی ما منهم احد یا خذ الا من مشکاۃ خاتم النبین و ان تاخر وجود طینته فانه بحقیقته موجود (فصوص الحکم) آدم علیہ السلام سے لے کر آخر نبی (عیسیٰ علیہ السلام) تک ہر نبی کو خاتم النبین کی مشکاۃ سے نبوت ملی ہے۔ اگرچہ آپ کا عنصری وجود سب سے متاخر ہے لیکن آپ اپنی حقیقت میں سب سے قبل موجود تھے ختم نبوت کے اس تبدیل شدہ مفہوم کی بنیاد پر قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں. اطلاق خاتم اس بات کو

مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا یہ جیسا انبیاء گزشتہ کا وصف نبوت میں آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور اس طرح اگر فرض کیجیے آپ کے زمانے میں بھی اس زمین پر یا کسی اور زمین پر یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ کا محتاج ہوگا۔

(تحذیر الناص ص12)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔غرض اختتام اگر بائیں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے (تحذیر الناس ص13)

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا کہ اس عاجز نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس ص 24)

عالم ارواح میں آپ کی ذات نبیوں کی طرح تربیت فرمائی تھی شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ التالیف قلب الالیف بکتابہ فہرس التوالیف میں اس تربیت کا اس طرح تشریح کرتے ہیں سارے پیغمبر نیچے اتر کر حضور کے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے مکتب میں شاگرد بنے ہر ایک نبی نے علم کی ایک کتاب اور دین کا ایک ایک باب حضور سے پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر دنیا کو فیض دینے کے لیے مسند نبوت پر جاگزیں ہوئے اور اللہ کے احکام کی مخلوق کو تعلیم دی ان رسولوں میں سب سے پہلے حضرت آدم تھے جو والد ہونے کے

باوجود اپنے سچے فرزند کے مدرسہ میں باادب دوزانو بیٹھے۔ تمام زبانیں اور چیزوں کے نام حضور سے سیکھے پھر خلافت الٰہیہ کی مسند پر جاگزیں ہوئے اور ملائکہ مقربین کی تعلیم و تربیت فرمانے لگے جس سے حضرت آدم کا حق استادی سارے فرشتوں پر ثابت ہوا اور آخر کار ان کے مسجود بن گئے۔ (رسالہ نور از مفتی احمد یار گجراتی) علامہ خالد محمود ختم نبوت مرتبی کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

یہ مرتبہ آپ کو اس وقت بھی حاصل تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے آں حضرت ﷺ کی روح اس جہاں میں بھی تمام انبیاء کی روحوں کی استاد تھی اور علوم الٰہیہ کا ان پر فیضان فرما رہی تھی۔ آپ اس جہاں میں بالفعل نبی تھے اور باقی نبیوں کی نبوت صرف اللہ کے علم میں تھی، ظاہر نہ تھی۔ آں حضرت ﷺ کی روح رب العزۃ کے سامنے ایک نور کی صورت میں تھی جب یہ نور اللہ کی تسبیح کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے آں حضرت ﷺ پر تمام مراتب نبوت ختم تھے اور اس ختم نبوت مرتبی ہوتے ہوئے تمام انبیاء کرام یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے۔ (عقیدہ الامتہ از خالد محمود ص 54)

اس مسئلہ میں صوفیاء دیوبند اور بریلوی مکتبہ فکر کا موقف بالکل ایک ہے۔ محمد منظور نعمانی صاحب اس بات کو یوں بیان کرتے ہیں "آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض اس اصطلاح میں صرف مولانا نانوتوی ہی منفرد نہیں ہیں بلکہ بہت سے اگلے علماء محققین بھی اس کی تصریح فرماتے ہیں ان کی عبارت نقل کر کے ہم کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ خود احمد رضا خان بریلوی نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی دوسرے کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ فاضل بریلوی اپنے رسالے جزاء اللہ عدوہ کے ص 23 پر لکھتے ہیں اور نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہو

چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیاوی، ظاہری یا باطنی، روز اول سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت تک آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی انہوں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی یہ سر الوجود اور اصل وجود، خلیفہ اللہ اعظم و ولی نعمت عالم ہیں (رسالہ جزاء اللہ عدوہ از احمد رضا ص 23) فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دینی یا دنیاوی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آپ ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی نعمت ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو آپ کے واسطے سے ملی ہے اسی حقیقت کا نام نانوتوی صاحب کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے (فیصلہ کن مناظرہ از منظور نعمانی ص 56)
جب صوفیاء دیوبند بنیادی معاملہ میں صوفیاء بریلوی کی تائید کرتے تھے پھر توحید کا لبادہ اوڑھ کر بریلوی مکتبہ فکر پر شرک کا الزام لگانے کا مقصد کیا ہے؟ دونوں فریق ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود اور حقیقت محمدیہ کے داعی ہیں جو شرک وکفر کی اصل ہے

عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق میں حقیقت محمدیہ کا تصرف

قاری طیب صاحب نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے کیسے پیدا ہو گئے ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عیسیٰ شبیہ محمدی کی اولاد ہیں چنانچہ بتصریح قرآن جبرئیل علیہ السلام نے کامل الخلقۃ کی صورت میں نمایاں ہو کر مریم پاک کے گریبان میں پھونک ماری جس سے وہ حاملہ ہو گئی تو اس وقت حضرت جبریل صورت محمدی میں تھے اور ہر صورت اپنے مناسب ہی حقیقت کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے یہ صورت محمدی کمالات محمدی کی متقاضی تھی اگر چہ وہ اس

وقت جبریل کا چولہ پہنے ہوئے تھے اور انہوں نے گویا اس صورت میں حقیقت محمدیہ کی نوعیت کو لے کر مریم پاک کے گریباں میں پھونک ماری جس سے مسیح علیہ السلام کی ماں کا پیٹ میں وجود ہوا جس کے معنی یہ ہوئے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت میں بواسطہ شبیہ محمدی خود حقیقت محمدیہ کی نوعیت شامل تھی۔ (آفتاب نبوت از قاری طیب ص 47)

قارئین کرام۔ جس حقیقت محمدیہ کا قرآن وسنت میں ذکر نہیں یہ صوفیاء اس کو مصدر کائنات سمجھتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو حقیقت محمدیہ سے نکال لیتے ہیں.

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم کر کے ان کا حصہ انہیں دیں۔ فدک کی اراضی میں سے فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حصہ مانگا۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ ہاں آل محمد اس مال میں سے اپنے کھانے کے لیے لے سکتا ہے یہ سن کر فاطمہ رضی اللہ عنہا خفا ہوئیں ابوبکر فرمانے لگے میں اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے میں وہی کروں گا جو آپ کرتے تھے کیونکہ میں ڈرتا ہو کہ اگر میں آپ کی کسی بھی سنت کو چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا (بخاری مسلم)

روافض کی طرف سے فدک کے بارے میں خاص طور پر اعتراض ہوتا ہے قاسم نانوتوی صاحب نے اس کا جواب لکھا اور حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور گنگوہی صاحب کی تائید لی نانوتوی صاحب نے یہ دلیل دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مصدر کائنات ہے روح الاکوان ہے لہذا آپ کی حیات ذاتی ہے۔ کائنات کا وجود آپ کی وجہ سے قائم ہے اس لیے کائنات کی ہر چیز کی حیات بالعرض ہے

آپ کی ذاتی حیات کی وجہ سے موت آپ کی حیات کوختم نہیں کرسکتی ہاں آپ کی حیات مستور ہو گی اور چونکہ آپ زندہ ہیں اس لیے زندوں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ قارئین کرام۔ اس دلیل کا علم نہ تو نبی رحمت کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تھا کہ وہ فدک کی وراثت مانگنے ہی نہ آتی اور نہ ہی آپ کے یار غار ابوبکر صدیقؓ کو تھا کہ وہ حدیث بیان کرنے کی بجائے یہ دلیل دیتے کہ چونکہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں۔ اس لیے ان کی وراثت تقسیم نہیں ہوسکتی. نانوتوی صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیے:۔ اس سے ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضا وقوع فعل وراثت زوال حیات کی صورت میں تو متصور ہی نہیں متصور ہے تو حیات میں متصور ہے لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر بینوں کی نظر میں مستور ہے مثل امت انکی موت میں زوال حیات نہیں (آب حیات ص36)

مزید لکھتے ہیں:۔ وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہیں یعنی حیات نبوی بوجہ عرضیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے اس لیے موت کے وقت حیات نبوی زائل نہ ہوگی ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مومنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی سو در صورت تقابل عدو ملکہ اس استتار حیات میں آپ کی ذات کو تو مثل آفتاب سمجھیے کہ وقت کسوف اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہانڈی یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجیے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا اور دوبارہ زوال حیات مومنین کو مثل قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھیے کہ گل ہونے کے بعد اس میں نور بلکل نہیں رہتا البتہ روغن یا فتیلہ یا کسی قدر تھوڑی دیر فتیلہ کے سرے میں آتش باقی رہ جاتی ہے (آب حیات 159)

مزید لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کے اموال میں میراث کا جاری نہ ہونا اور دوسروں کے اموال

میں جاری ہونا اس امر پر شاہد ہے کہ ارواح انبیاء علیہم السلام کا ان کے ابدان سے اخراج نہیں ہوتا مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے سمیٹ لیتے ہیں ان کے سوا دوسروں کی ارواح کو ان کے ابدان سے خارج کر دیتے ہیں اس لیے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لیے ان کی زیارت وفات کے بعد بھی ایسی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے اور اس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے کہ زیارت نبی ﷺ مثل زیارت مسجد زیارت مکان ہے اور اسی وجہ سے بحکم **لا یشد الرحال** وہاں اہتمام سے جانا ممنوع ہے بلکہ وہ زیارت مکان مکین ہے (جمال قاسمی ص 16)

قارئین کرام: غور کیجیے قاسم نانوتوی صاحب ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کے تعین اور حقیقت محمدیہ کو حیات انبیاء اور نبوت بالذات کے لباس میں دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں قبروں میں انبیاء کی حیات کے ساتھ ان کا سماع بھی ثابت ہوا اور ان کی زیارت قبر کی زیارت نہیں بلکہ ایسی زیارت ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں ان کی زیارت کی جاتی ہے ان نظریات سے رسالت کا بنیادی مفہوم اور توحید کا اصل مقصد ہی متزلزل ہو جاتا ہے یہ تو بالکل وہی بات ہے جو آپ پہلے سعید احمد کاظمی صاحب کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں. میرا ایمان ہے کہ مصطفیٰ اگر نہ ہوں تو کائنات زندہ نہیں رہ سکتی اگر وہ مر گئے تو ہم کیسے زندہ رہیں گے۔

(ذکر حبیب از کاظمی ص 13)

اور یہ نظریات صرف قاسم نانوتوی صاحب کے نہیں بلکہ دیگر علماء دیوبند اس کی تائید کرتے ہیں محمد طاہر قاسمی صاحب حیات نبویہ کے بارے میں لکھتے ہیں. ہمارا عقیدہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ آں حضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ سلامت ہیں چونکہ اس عالم میں موت کے قانون سے کسی کو استثناء نہیں اس لیے بعد وفات آپ کا نور پاک اس عالم سے اس طرح اوجھل اور مستور ہے

جس طرح سے ایک روشنی کے چراغ پر کوئی سرپوش ڈھک دیا جاتا ہے چونکہ آپ کا نور پاک سب سے پہلے پیدا ہوا اس لیے اس نور پاک کا اپنے جسم پاک سے اتنا اتصال کچھ خلاف عقل بھی نہیں (عقائد اسلام قاسمی ص 74)

یہ حیات النبی کا عقیدہ ان صوفیاء دیو بند کے عقائد میں داخل ہے۔ لکھتے ہیں آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ آپ کی حیات دنیا جیسی ہے۔ برزخی نہیں ہے (المہند فی عقائد علماء دیو بند ص 70)

اخلاق حسین قاسمی صاحب لکھتے ہیں۔

''حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب جو ہمارے اکابر ہیں حضرت محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف کے بہترین شارح ہیں اس مسئلہ پر تحریر فرماتے ہیں'' حضور کی حیات برزخی ہے مگر اس قدر قوی ہے کہ بلحاظ آثار وہ دینوی بھی ہے یعنی دنیا میں جب تک آپ تشریف فرما رہے حیات ناسوتی تھی مگر اسی آن وہ برزخی بھی تھی اور برزخ ایک درمیانی عالم ہے وہ حیات اخروی بھی تھی ۔چنانچہ اس حیات ناسوتی اور اسی جسم اطہر کے ساتھ معراج کے موقعہ پر عرش تک پہنچنا ظاہر ہے کہ ترک جسد کے ساتھ نہ تھا پس حیات تو اسی جسدانی عالم کی تھی لیکن جسد اطہر خود اتنا لطیف تھا کہ وہ اسی آن عالم برزخ بلکہ عالم غیب کے معاملات اور مشاہدات کی طاقت لیے ہوئے تھا پس اگر وہی جسد اطہر جو دنیا میں ہم رنگ روح تھا بعد وفات اگر عالم برزخ میں پہنچ کر بجق دنیا کسی طرح زندہ رہے جیسے معراج کے وقت سارے غیبی عالموں میں پہنچ کر اپنی جسدانی ہستی کو بجق دنیا سنبھالے ہوئے رہا اور دینوی بدستور قائم رہے تو اس میں تعجب یوں نہیں کہ یہ معاملہ تو اس جسد پاک کو بوقت معراج پہلے پیش آچکا تھا فرق اتنا ہوا کہ شب معراج میں جسم اطہر کے ساتھ روح پر فتوح کا تعلق جس طور پر اس طرح قائم تھا کہ اگر ہم ہوتے تو ہم احساس کر سکتے تھے اور بعد وفات اس طرح حسی طور پر قائم نہیں رہا کہ ہمیں بھی نظر آئے سو یہ قصہ ہمارا ہوا نہ کہ تعلق روح

وجسد کی نوعیت کا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد وفات حضور کے ہونٹوں کو حرکت ہوئی جنازہ میں کلام فرمایا اور قبر میں کلام فرمایا جس کو بعض صحابہؓ نے سنا۔ یہ تو وفات کے فوری بعد ہے کہ روح نے جسم کو کلیتہ نہیں چھوڑا۔ لیکن بعض میں تاحشر بھی روح کا وہی تعلق بدن سے قائم رہے گا جیسا بنص حدیث اجساد انبیاء کا مٹی پر حرام ہونا ثابت ہے

اگر ان ابدان میں کوئی روح نہیں ہے تو انہیں گل جانا چاہیے۔ پھر حیات کا یہ اثر عالم برزخ میں ہے۔ عالم دنیا میں یہ ہے کہ ان کے اموال میں میراث جاری نہیں ہوتی، ان کی ازواج پر بیوگی نہیں آتی۔ ان کے نکاح حرام ہوتے ہیں نہ صرف عظمت انبیاء کی وجہ سے بلکہ حقیقتا حیات کی وجہ سے کہ وہ بیوہ ہی نہیں ہے پس انبیاء کی یہ برزخی حیات جسمانی واز قبیل دینوی بھی ہے کہ اجساد میں حس وحرکت بھی ہے قبروں میں عبادت بھی ہے کلام بھی ہے۔ امت کی توجہ بھی ہے۔ پھر یہی حیات از قبیل حیات برزخی بھی ہے۔ کہ نگاہوں سے اوجھل ہیں ان کی آواز ان کانوں میں نہیں آتی اور کلام ان حسی کانوں میں نہیں پڑتا نیز توجہ الی الامت اور رخ کا پھیرنا ان آنکھوں سے دیکھائی نہیں دیتا سو اس میں ہماری کمزوری کو ضعف قوی کو دخل ہے نہ کہ ان اثار کے موجود نہ ہونے یا قابل وجود نہ ہونے کا بالفاظ مختصر دونوں حیاتیں اس طرح جمع ہیں کہ حیات برزخی اصل ہے اور حیات دینوی اس کے تابع۔ یعنی وہ عیناً موجود ہے اور یہ آثاراً موجود ہے اسی طرح دونوں حیات جمع ہو جاتی ہیں نہ استعارۃً بلکہ حقیقتاً۔

(حیاۃ النبی از اخلاق حسین قاسمی ص 13)

احمد رضا خان بریلوی اپنی ملفوضات میں لکھتے ہیں کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کی بیویاں پیش کی جاتی ہیں جن سے وہ شب باشی کرتے ہیں (ملفوضات احمد رضا خان بریلوی)

قاری طیب صاحب اول ماخلق نوری کی موضوع اور من گھڑت روایت کو بنیاد بنا کر ابن عربی

کے نظریہ وحدۃ وجود کی بنیاد پر نبوت بالذات اور حیات ذاتی کی توجیح یوں کرتے ہیں عقلی طور پر اس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر عنایت ازلی سب سے پہلے اور بلاواسطہ متوجہ ہوئی اور جس درجہ کا اثر اس سے قبول کرے گا یقیناً ثانوی درجہ میں اور بالواسطہ فیض پانے والے اس درجہ کا اثر نہیں لے سکتے پس اول مخلوق یعنی اول ما خلق الله نوری کا مصداق نور الٰہی کا جو نقش کامل اپنی استعداد کامل سے قبول کر سکتا یہ اس کی توقع بالواسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے نہیں کی جا سکتی (خاتم النبین ص-10)

وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وفات النبی ﷺ وہ پہلا مسئلہ ہے جس پر اس امت میں اختلاف ہوا سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپس میں اختلاف کیا اور پھر آپ ﷺ کی وفات پر امت کا اجماع ہوا۔ جو دلائل یہ صوفیاء دیوبند دیتے ہیں صحابہ کرامؓ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے ملاحظہ فرمایئے۔

جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت ابو بکر صدیق عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کا بوسہ لیا۔ پھر رونے لگے اور پھر یہ فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں اے اللہ کے نبی! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا سوائے اس موت کے جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ دی ہے اور وہ آپ کو حاصل ہو چکی ہے آپ زندگی اور موت اور دونوں حالتوں میں پاکیزہ ہیں اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لائے اس وقت عمر فاروقؓ مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر تقریر کر رہے تھے اللہ کی قسم اللہ رسول اللہ ﷺ کو پھر اٹھائے گا اور آپ (مفسد اور منافقین کے) ہاتھ اور پیر کاٹیں گے ابو بکرؓ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا قسم

کھانے والے، بیٹھ جاؤ عمر رضی اللہ عنہ نے تقریر بند نہ کی ۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر کہا بیٹھ جاؤ۔ عمرؓ پھر بھی نہ بیٹھے یہ دیکھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھنا شروع کر دیا۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (تنہا) چھوڑ دیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا امابعد تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو شخص اللہ عزوجل کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿انک میت وانھم میتون﴾ (الزمر 39/30) یقیناً آپکو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقا بكم ومن ينقلب علی عقبيه فلن يضر الله شياء وسيجزی الله الشكرين﴾ (آل عمران 3/144)

محمد صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں ۔کیا اگر ان کو موت آجائے یا شہید ہو جائے تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔

اس وقت لوگوں کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آل عمران کی یہ آیت کسی کے ذہن میں نہیں تھی جب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تلاوت کیا (تو سب کو یاد آ گیا) پھر ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی، ہر شخص اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا اس آیت کو سن کر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے صدمہ کے باعث عمرؓ کھڑے نہ رہ سکے اور زمین پر گر گئے۔ (بخاری)

بتائیے کیا صحابہ کرام حیات ذاتی، وحدۃ الوجود اور فلسفہ کی گمراہیوں سے واقف تھے۔ یقیناً نہیں؟

پھر جو عقائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے نہ تھے آج وہ من گھڑت روایات کی بنیاد پر اسلامی نہیں ہو سکتے ابن عربی اور دیگر صوفیاء کی پیروی میں وحدۃ الوجود اور حقیقت محمدیہ کے ساتھ کائنات کے ذرے ذرے میں موجود اور حاضر ہیں۔ اگر آپ ﷺ کی حقیقت کو کائنات سے ایک سیکنڈ کے لیے بھی علیحدہ کر دیا جائے تو ساری کائنات آناً ''فاناً'' فنا ہو کر رہ جائے۔ کیا یہ اسلامی ہو سکتا ہے
۔

مولوی محمد یار گھڑی والے خواجہ غلام فرید کے خاص خلیفہ ہیں۔ انہوں نے ایک دیوان لکھا ہے جس کا نام دیوان محمدی ہے۔ وہ وحدۃ الوجود کے نظریہ کو جتنا عریاں کر سکتے تھے اپنے دیوان میں اس کو اتنا ہی عریاں کیا۔ اس دیوان کا ایک شعر ہے۔

اگر محمد نے محمد کو خدا مان لیا
پھر تو سمجھو مسلماں ہے دغا باز نہیں

شعر میں پہلا محمد شاعر کا تخلص ہے شعر کا مطلب یہ ہوا کہ محمد یار گھڑی والے نے اگر محمد ﷺ کو خدا مان لیا پھر تو سمجھ لیجئے کہ وہ حقیقی مسلمان ہے اگر محمد کو خدا نہیں مانتا پھر یہ بات رسول کے ساتھ دغا بازی کے مترادف ہے۔ کسی نے علامہ احمد کاظمی کو یہ شعر لکھ کر سوال کیا کہ کیا بریلوی مذہب میں ایسا عقیدہ درست ہے انہوں نے جواب میں لکھا کہ ایسی عبارتیں دیوبندی اور بریلوی مسلک کے علما کی کتب میں پائی جاتیں ہیں اور ان کی بنیاد عقیدہ وحدۃ الوجود ہے جو ابن عربی کا عقیدہ ہے پھر وہ اس عقیدہ کے حق میں دلائل دیتے ہیں مگر نہ تو قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں نہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان۔ بلکہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ وحدۃ الوجود کا حصہ ہے اگر دیوبندی علماء اس کو شرک و کفر مانتے ہیں تو انہیں نظریہ وحدۃ الوجود کو شرک و کفر کہنا ہوگا اور وحدۃ الوجود کے حق ہونے کی دلیل میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارات پیش کر کے وہ علماء دیوبند سے

کہتے ہیں کہ مولانا محمد یا صاحب پر کفر کا فتوے لگانے والے ان عبارات کا جواب دیں آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مولانا محمد یار صاحب کا دامن اس مسئلہ میں ایسے اکابرامت کے ساتھ وابستہ ہے جن کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارانہیں۔ بریلوی علماء کا یہ کامیاب حربہ ہے جو ابھی تک علماء دیوبند کو اس قسم کی تحریروں میں لاجواب بنائے ہوئے ہیں اس طرح شرک کرنے والے اپنی دلیل میں اکابرین دیوبند کو پیش کر کے اپنے شرک کا دفاع کر رہے ہیں۔ سعید احمد کاظمی صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے

گر محمد نے محمد کو خدا مان لیا
پھر تو سمجھو مسلماں ہے دغا باز نہیں

سلام مسنون۔ دعا

حضرت قبلہ مولانا محمد یا صاحب وہ شعر جو تم نے لکھا اور اسی جیسی دوسری عبارات (جو مسلم بین الفریقین علماء کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں) مسئلہ وحدۃ الوجود پر مبنی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تعینات سے قطع نظر کر کے موجود حقیقی یعنی مابہ الموجودیت حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کچھ نہیں ہر شے کا یہی حال ہے کہ تعینات کا انتفا ہو جائے تو حقیقت حقہ کے سوا کچھ نہیں اس میں نبی ،غیر نبی حتیٰ کہ محمد ﷺ کی بھی خصوصیت نہیں بلکہ عامہ خلائق مظاہر ناقصہ ہیں اور اولیاء کرام اپنے مراتب کے لحاظ سے کامل مظہر ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان سے زیادہ مظاہر اور جمیع کائنات سے اکمل وافضل مظہریت حضور سید عالم ﷺ کے لیے حاصل وثابت ہے اس لئے کہ کمال امور اضافیہ عینی سے ہے۔ دیکھیے مولانا محمد یار صاحب کے شعر کا مضمون حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام میں ہے۔ (فتوحات مکیہ جلد ثانی ص 127)

(انت تحسبه محمد العظيم الشان كما تحسب السراب ماء

وهوماء فی رای العین فا ذا جئت محمدا لم تجد محمدا وجدت انه فی صورت محمدیته ورایته ،بروته ، محمدیه)

یعنی تم محمد عظیم الشان ﷺ کو محمد گمان کرتے ہو جیسے کہ تم سراب کو دور سے دیکھ کر پانی سمجھتے ہو اور وہ ظاہری نظر میں پانی ہی ہے مگر حقیقتاً آب نہیں ہے بلکہ سراب ہے اسی طرح جب تم محمد ﷺ کے قریب آؤ گے تو تم نبی کریم ﷺ کو نہ پاؤ گے بلکہ صورت محمد یہ میں اللہ تعالیٰ کو پاؤ گے اور رویت محمد یہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام میں اسی قسم کا مضمون موجود ہے انتباہ کے ص 92 پر فرماتے ہیں (صورت مرشد کہ ظاہرا دیدہ می شور مشاہدہ حق سبحانہ وتعالیٰ است در پردہ آب وگل وصورت مرشد کہ در خلوت نمودار می شود آں مشاہدہ حق تعالیٰ است بے پردہ آب و گل) غور کیجیے صورت مرشد دیکھنے کو حق تعالیٰ کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اور آب وگل یعنی جسمانیت اور بشریت کو محض ایک پردہ قرار دے رہے ہیں۔

آج کے دیوبندی وحدۃ الوجود کے بھی منکر ہیں حالانکہ جن حضرات کو یہ اپنے مشائخ قرار دیتے ہیں وہ اس مسئلہ پر بڑے متشدد اور حریص رہے ہیں دیکھیے انور شاہ کشمیری اپنی کتاب فیض الباری جلد رابع 428 حدیث شریف کنت سمعہ الذی یسمع بہ کے تحت دیوبندیوں کے بیان کردہ معنی کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

(قلت وهذا عدول عن حق الا لفاظ لان قوله کنت سمعه الذی بصیغة المتکلم یدل علی انه لم یبق من المتقرب با لنوا قل الا بجسده و شبهه و صارا المتصرف فیه الحضرة الا لهیة فحسب وهذا الذی عناه الصوفیته با لفناء فی الله تعالی ای الا نسلاخ

عن دواعی نفسه حتی لا یکون المتصرف فیه الا هو وفی الحدیث لمعة الیٰ وحدة الوجود وکان مشائخنا مولعون بتلک المسئله الی زمن الشاه عبدالعزیز اما انا فلست بمشدد فیها (انتهی)

یعنی کنت سمعه الذی کے یہ معنی بیان کرنا کہ بندہ کے کان آنکھ وغیرہ اعضاء حکم الٰہی کی نافرمانی نہیں کرتے حق الفاظ سے عدول کرنا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قول کنت سمعہ الذی میں کنت کہ متقرب بالنوافل یعنی بندہ میں سوائے جسد وصورت کے کوئی چیز باقی ہی نہیں رہی اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور یہی وہ معنی ہیں جن کو حضرات صوفیائے کرام فنافی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی بندہ کا دواعی نفس سے بالکل پاک ہو جانا یہاں تک کہ اس بندہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے قطعاً متصرف نہ رہے اور حدیث مذکور (کنت سمعہ) میں وحدۃ الوجود کی طرف چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ ہمارے مشائخ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے زمانہ تک اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں بڑے متشدد اور حریص تھے لیکن میں اس کا قائل تو ہوں لیکن متشدد نہیں ہوں۔

اس عبارت سے مسئلہ وحدۃ الوجود کا اکابر ومشائخ دیوبند کے نزدیک حق ہونا اظہر من الشمس ہے

اب شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ انتباہ ص 91 پر لا اله الا الله کے تحت فرماتے ہیں ''نیست ہیچ معبودے ومقصودے وموجودے مگر حق تعالیٰ مبتدی را ارادہ عوام بگوید نیست ہیچ معبودے، ومتوسط را ارادہ خواص بگوید نیست ہیچ مقصودے، ومنتہی را ارادہ اخص الخواص بگوید نیست ہیچ موجودے۔

اسی طرح انفاس رحیمیہ میں شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں

کفر شریعت دو معبود پنداشتن است اسی طرح ص 33 پر عبادت ہے
مولانا محمد یار پر کفر کا فتویٰ لگانے والے آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے والد ماجد دو موجود حقیقی جاننے کو کفر حقیقی فرما رہے ہیں اس کے بعد دیوبندیوں کے مسلم بزرگ انور شاہ کشمیری کی عبارت سے محی الدین ابن عربی کی توثیق سنیے فیض الباری جلد اول 174 پر لکھتے ہیں (اما اهل العلم منهم فا كثرها تتعلق بحل مسائل الصفات و غيره ونعمت الكشوف هى) یعنی حضرات صوفیاء کرام میں سے جو لوگ اہل علم ہیں ان میں سے اکثر حضرات امور الٰہیہ میں مسائل ذات وصفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شیخ اکبر کی توثیق ہمارے جلیل قدر فقہائے کرام نے بھی فرمائی ہے دیکھیے درمختار جلد دوم 30 مطبوعہ نولکشور لاہور میں شیخ اکبر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہی (انه کا ن رضى الله عنه شيخ الطر يقة حالاً وعلماً و امام الحقيقته حقيقتا واسماً و محی رسوم المعارف فعلا واسماً)
الحاصل مولانا محمد یار صاحب کے اشعار کا مبنی مسئلہ وحدۃ الوجود ہے اگر وحدۃ الوجود کو شرکیہ عقیدہ کہا جائے تو تمام مشائخ دیوبند کافر و مشرک قرار پائیں گے کیوں کے وہ سب وحدۃ الوجود پر متشدد ہیں جیسا کہ انور شاہ کشمیری کی عبارت منقولہ بالا سے ثابت ہے پھر ان اشعار کی بناپر اگر مولانا محمد یار صاحب کی تکفیر کی جائے تو حضرت شیخ اکبر کی عبارات منقولہ بھی بالکل مولانا موصوف کی عبارت جیسی ہے لہٰذا ان دونوں کی تکفیر بھی لازم آتی ہے شاہ ولی اللہ کا مخالفین کے نزدیک مسلم بزرگ ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں اور شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی توثیق انور شاہ صاحب کشمیری اور صاحب درمختار کی عبارتوں سے ظاہر ہے لہٰذا شیخ اکبر علیہ الرحمہ کی تکفیر انور شاہ صاحب اور صاحب درمختار کی تکفیر کو مستلزم ہوگی کیونکہ کافر کی تکفیر

فرض ہے اور اس کی توثیق حرام بلکہ کفر ہے .نتیجہ ظاہر ہے کہ مولانا محمد یار صاحب کا دامن اس مسئلہ میں ایسے اکابرامت کے ساتھ وابستہ ہے کہ جن کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب وتمت بالخیر (مقدمہ دیوان محمدی 20)

قارئین کرام: سعید احمد کاظمی صاحب کی اس تحریر کو بار بار پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج ملت اسلامیہ کی اکثریت وحدۃ الوجود اور حقیقت محمد یہ کے شرک میں گرفتار ہے یہ نظریہ یونان اور ھنود کے فلسفہ سے اخذ کیا گیا ہے جب عجمی قومیں منافقانہ روش کے تحت اسلام میں داخل ہوئی تو انہوں نے اسلام میں یہ فلسفیانہ اصطلاحات داخل کر دیں۔ جس سے اسلام کی بنیاد توحید تک مجروح ہو کر رہ گئی ہے پھر محمد ﷺ کو نبوت ذاتی اور باقی انبیاء کی نبوت کو عرضی۔ اس طرح آپ کی حیات کو ذاتی اور پوری کائنات کو عرضی قرار دینے سے مقام نبوت کی تفہیم ہی بدل گئی حیات ذاتی اور نبوت ذاتی کی بنیاد پر آپ کو حاضر ناضر عالم الغیب اور مشکل کشا ثابت کیا گیا اور چونکہ جسد عنصری پر ان باتوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لیے حقیقت محمد یہ کا تخیل پیش کیا گیا اور اس کا ظہور تخلیق کائنات سے پہلے کیا گیا اور اس حقیقت محمد یہ کو مقصود کائنات مصدر کائنات اور روح الاکوان قرار دیا گیا من گھڑت روایات کے ذریعے حقیقت محمد یہ میں اللہ کی صفات ثابت کی گئی اس طرح اسلام کا مفہوم بدل کر امت مسلمہ کی اکثریت کو ایک عمیق شرک میں مبتلا کر دیا گیا اگر آج حقیقت محمد یہ جیسے عجمی نظریات کا قلہ قمع کر دیا جائے تو خود ساختہ سالک کی بنیادیں خود باخود گر جائیں گی دیکھیے اھل تصوف نے کس طرح محمد ﷺ کی محبت کو آڑ بنا کر عوام الناس کو شرک میں دھکیل دیا اللہ تعالیٰ نے اس کو ظلم عظیم قرار دیا اور ان صوفیاء نے اس کو اتنا دل فریب بنا دیا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کی توحید فلسفہ وتصوف کی بھول بھلیوں میں گم ہو چکی ہیں جب محمد ﷺ کو اللہ ثابت کر دیا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات آپ میں تسلیم کر لیں گیں حاضر

ناضر عالم الغیب اور امت کے حالات کی طرف توجہ کرنا تصرف کرنا سب کچھ ان کے اختیار میں ہے۔

صوفیاء دیوبند تک کی کتاب میں ایسے واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی امت کی طرف توجہ کرتے ہیں اور تصرف بھی کرتے ہیں چند ملاحظہ فرمایئے سید احمد رفاعی مشہور بزرگ اکابر صوفیاء میں ہیں ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب 555 ہجری میں حج سے فارغ ہوکر زیارت کے لیے حاضر ہوئے قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے اور یہ شعر پڑھے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها

تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھذہ دولة الا شباح قد حضرت

فمدد یمینک کی تخطی بھا شفتی

ترجمہ: دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا اور وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی تھی اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک عطا کیجیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریبا 90 ہزار کا مجمع مسجد میں تھا جنہوں نے اس واقع کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی کتب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نورانی نوراللہ مرکدہ کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(فضائل حج از مولوی زکریا)

میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا میری ماں وہیں رہ گئی (مرگئی) اس کا منہ کالا ہوگیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ بہت سخت گناہ ہوا ہے اس سے میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف

دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ سے ایک ابر آیا ہے اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا جس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو بلکل ورم جاتا رہا میں نے عرض کیا آپ کون ہیں اس نے کہا کہ میں نبی محمد ہوں (فضائل درود۔ مولوی زکریا 221) ابن جلاء کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تو مجھ پر فاقہ تھا میں قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا حضور میں آپ کا مہمان ہوں مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی حضور اقدس نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی میں نے آدھی کھائی جب میں جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

(فضائل حج از مولوی زکریاء 128)

ماخذ دین

صوفیاء کے ایسے واقعات کا ماخذ قرآن وسنت نہیں ہے یہ ابن عربی اور بایزید بسطامی کے پیرد کار ہیں جو حدیث کی اسناد کے علم کا مذاق یوں کرتے ہیں تم نے اپنا علم فوت شدہ بزرگوں سے حاصل کیا اور ہم نے اپنا علم اس ذات سے حاصل کیا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئی گی ہم کہتے ہیں میرے دل نے اپنے رب سے بیان کیا اور تم کہتے ہو کہ فلاں نے مجھ سے حدیث بیان کی وہ کہاں ہے؟ جواب ملتا ہے مر گیا پھر اس فلاں نے فلاں سے روایت کی وہ کہاں ہے جواب ملتا ہے مر گیا (فتوحات مکیہ)

ان صوفیاء نے علم شریعت کو علم ظاہر قرار دے کر اسے بے کار شے سمجھا۔

علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "صوفیاء کو پہلا فریب شیطان نے یہ دیا کہ انہیں علم سے متنفر کیا تا کہ علم جو ایک نور ہے اس کا چراغ بجھ جائے تو اندھیرے میں جس طرح چاہے ٹیڑھا ترچھا لے جائے اس کے بعد صوفیاء کے ایک گروہ کو جو کافی مدت سے کتاب علم میں مشغول تھے

شیطان نے دوسری پٹی یہ پڑھائی کہ جب عمل ہی مقصود اصل ہے تو اس علم کے ذخیرے کو اپنے پاس رکھنا بے سود ہے اس کو دفن کردو یا دریا میں بہا ڈالو۔

احمد بن ابی اطواری نے 30 برس تک تحصیل علم کی جب انتہا کو پہنچ گئے تو اپنی ساری کتابیں دریا میں بہا دیں اور کہا اے علم میں نے تیرے ساتھ یہ معاملہ تجھ کو ذلیل کرنے یا بے وقعت سمجھ کر نہیں کیا بلکہ تجھ کو اس لیے حاصل کرتا تھا کہ تیرے ذریعے اپنے رب کا راستہ پہچان لوں جب مجھ کو راہ مل گئی تو تیری حاجت نہ رہی۔ ابو طاہر جنابذی کہتے ہیں کہ موسیٰ بن ہارون ہم کو حدیث پڑھ کر سناتے تھے جب جز پورا ہو جاتا تو اس کو دریائے دجلا میں بہا دیتے تھے۔ محمد بن الحسین بغدادی کا بیان ہے کہ انہوں نے شبلی سے سنا کہنے لگے میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو اس شان سے راہ تصوف میں داخل ہوا کہ پہلے اپنا تمام مال خیرات کر چکا تھا اور دجلا میں ستر صندوق کتابوں سے بھرے بہا چکا تھا جن کو اس نے اپنے قلم سے لکھا تھا اور موطا امام مالک کو حفظ کیا تھا اور فلاں فلاں کتاب پڑھی تھی (تلبیس ابلس 400)

جب صوفیاء نے علم سے قطع تعلق کیا تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ لوگ احادیث سنتے ہیں جب کہ ہم براہ راست اللہ سے سنتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

مولوی زکریا صاحب ایک صوفی کو اللہ کا ولی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں

ابدال میں سے ایک شخص نے خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا ولی دیکھا ہے فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں حاضر تھا میں نے امام عبدالرزاق محدث کو دیکھا کہ وہ حدیث سنا رہے ہیں اور مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھ کر علیحدہ بیٹھا ہے۔ میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس ﷺ کی حدیثیں سن رہا ہے تم ان کے ساتھ شریک

نہیں ہوتے اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا اور نہ ہی التفات کیا اور کہنے لگا اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سن رہیں ہیں یہاں وہ ہیں جو خود رزاق (اللہ تعالیٰ) سے سن رہے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے خضر نے فرمایا کہ اگر تمہارا کہنا حق ہے تو بتاؤ کہ میں کون ہوں اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ اگر فراست صحیح ہیں تو خضر ہیں۔ خضر فرماتے ہیں کہ اس سے میں نے جانا کہ اللہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جن کے علوم و مرتبہ کی وجہ سے میں ان کو نہیں پہنچا سکا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور ہم کو بھی ان سے نفع پہنچائے آمین۔ (فضائل حج 940)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء فآمنوا با لله ورسله﴾ (آل عمران 3/179)

اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کر لیتا ہے۔ اس لیے تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔

مالک الملک کا کتنا واضح اعلان ہے کہ وحی الٰہی اور امور غیب کا علم تمہیں بذریعہ رسول ملے گا براہ راست نہیں ملے گا۔ بتائیے جو شخص براہ راست اللہ تعالیٰ سے سننے کا دعویٰ کرے کیا وہ اللہ پر جھوٹ نہیں باندھتا؟ ﴿ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا﴾ (ہود 18/11)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

آج رسول اللہ ﷺ سے علم لینے کا طریقہ یہ ہے کہ محدثین کرامؒ نے سند کے ساتھ جو روایات بیان کی ہیں ان کا علم حاصل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انما العلم با لتعلم (بخاری تعلیقا) علم پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہوتا ہے۔

مگر صوفیاء دیو بند نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہمیں عین بیداری کی حالت میں غیبی معاملات کے حقائق

منکشف ہوتے ہیں انہوں نے اس کا نام مکاشفہ رکھا اور دعویٰ کیا کہ مکاشفہ سچا ہوتا ہے تبلیغی جماعت کے سابق امیر مولوی زکریا کے ذاتی روزنامچہ سے ان کے مرید محمد اقبال صاحب نے چالیس مکاشفات بہجۃ قلوب میں جمع کئے چند مکاشفات ملاحظہ فرمائیے۔

(ا) 4 رجب 1398 ہجری بروز جمعہ حضور اکرم ﷺ نے عبدالحی سے مکاشفا میں فرمایا کہ زکریا کی خدمت کرتے رہو اس کی خدمت میری خدمت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں اکثر اس کے حجرہ میں جاتا رہتا ہوں۔

(۲) 10 صفر 1400 ہجری آج دو پہر حضور اقدس ﷺ مدرسہ علوم شرعیہ کے کمرے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہیں (حضرت شیخ کو) ظہر کی نماز پڑھانے آیا ہوں

(۳) 23 رجب 1400 ہجری بعد عشاء عزیز عبد الحفیظ نے صلوٰۃ السلام کے بعد میری (حضرت شیخ) کی طرف سے حضور سے عرض کیا کہ حرمین کا رمضان چھوڑ کر پاکستان (فیصل آباد) اس لیے جا رہا ہوں کہ وہاں لوگوں کو اللہ اور اس کے حبیب کا نام لینا آ جائے۔ اس لیے دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے بڑھ کر کون سا کام ہو سکتا ہے پھر فرمایا کہ حرمیں کا ثواب تو انشاء اللہ کہیں گیا نہیں۔ پھر بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔ اس کے بعد بہت وقار سے فرمایا کہ ہمیں تو فیصل آباد کا خود بھی اہتمام ہے انشاء اللہ میں اپنے عصا سمیت وہیں موجود رہوں گا (لبہجۃ القلوب)

شاہ ولی اللہ صاحب نے درثمین فی مبشرات النبی نامی کتاب لکھی اور اس میں چالیس احادیث نبوی جمع کیں جو ان کے والد شیخ عبدالرحیم نے رسول ﷺ سے سنی تھی خود بھی لکھتے ہیں اگر چہ پوچھتا ہے تو میں قرآن مجید کا بلا واسطہ ایسا ہی شاگرد جیسا کہ روح پرفتوح حضرت رسالت ﷺ کا اویس ہوں (الفوز الکبیر مترجم مولوی رشید احمد انصاری 16)

قارین کرام :وفات رسول کے بعد کسی صحابی تابعی اور امام نے رسول اللہ ﷺ سے بیداری میں ملاقات کا دعوی نہیں کیا۔اس لیے یہ صوفیاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کے نقشہ قدم پرنہیں ہیں یہ ابن عربی کے مسلک پر ہیں جو لکھتا ہے۔

بہت سی احادیث جسے محدثین ضعیف کہ چکے تھے ان لوگوں نے کشف کے ذریعے ان کی تصحیح کر کے خود بھی ان پر عمل کرتے رہے اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے رہے۔

(فتوحات مکیہ 150)

یہ ابن عربی کی جرأت ہے صریح موضوع احادیث کو اپنی کشفی سند کے ذریعے اپنے عقائد کی بنیاد میں داخل کر لیتے ہیں اور اگر کسی صحیح حدیث کو دلیل بناتے ہیں تو اس کا وہ مفہوم لیتے ہیں جس کا رد قرآن سنت کی واضح نص کر رہی ہوتی ہے۔(اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان خالص نصیب فرمائے اور اسلام کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ﴿ربنا لا تزغ قلوبنا بعد از هديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب﴾

اور ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد کج روی میں مبتلا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے) (آل عمران 8)

ابو حامد غزالی نے تصوف کے موضوع پر ایک کتاب احیاء علوم الدین تصنیف کی اور بقول علامہ ابن جوزیؒ کے اس کو باطل حدیثوں سے بھر دیا جس کا بطلان وہ خود بھی نہیں جانتے۔

وہ کشف و کرامات کے بے سند واقعات پر فریفتہ ہو کر قانون فقہ کو بھلا بیٹھے۔اپنی کتاب المصفح بلاحوال میں انہوں نے لکھا ہے کہ صوفیاء حالت بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی آوازیں سنتے ہیں اور فوائد اخذ کرتے ہیں۔''احیا العلوم'' میں انہوں نے لکھا ہے کہ ستارہ اور سورج اور چاند جن کو ابراہیم علیہم السلام نے دیکھا تھا ان سے مراد انوار ہیں

جو اللہ عزوجل کے حجاب ہیں یہ مشہور چاند سورج اور ستارے نہیں۔علامہ ابن جوزی کا کہنا ہے کہ غزالی کا یہ کلام باطنیہ کے کلام کی قسم سے ہے۔(تلبیس ابلیس علامہ ابن جوزی 230)

احیاء علوم میں ایک دوسری جگہ غزالی لکھتے ہیں" ریاضت سے مقصود یہ ہے کہ دل یک سو ہو جائے اور یہ بات جب ھی حاصل ہوگی کہ آدمی ایک تاریک مکان میں تنہا رہے اور اگر مکان تاریک نہ ہو تو اپنا سر گریبان میں ڈال کر چادر وغیرہ سے لپیٹ لے اس حالت میں وہ آواز حق سنے گا اور حضرت ربوبیت کے جلال کا مشاہدہ کرے گا(تلبیس ابلیس 261)

معلوم ہوا کہ ان صوفیاء نے علم سے قطع تعلق کر لیا اور اپنی آرا کے مطابق عبادت اور ریاضت کے خودساختہ طریقوں میں ہمہ تن مصروف و مستغرق ہو گئے۔

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں کہ روافض نے علیؓ کے فضائل میں تین لاکھ سے زائد روایات وضع کی تھی جن میں سے بیشتر تصوف کے ذریعے مسلمانوں میں مقبول ہو کر عقیدہ و عمل کا جز بن گئی۔مثلا:لولاك لما خلقت الا فلاك والی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کو وجہ تخلیق کائنات بتایا گیا ہے کنت كنزاً مخفياً والی حدیث بھی موضوع ہے۔اول ما خلق الله نوری وانا من نور الله بھی موضوع ہے

كان الله ولم يكن معه شئی بھی حدیث نہیں ہے شیعوں کی گھڑی ہوئی بات ہے علی کی نماز عصر قضاء ہونے پر آفتاب کا واپس لوٹنا بھی قطعی جھوٹ اور اہل تشیع کا گھڑا ہوا افسانہ ہے۔تصوف کے تین سلسلے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے توسط سے علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں حالانکہ حسن بصری کی علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں ہے اس طرح کی سینکڑوں من گھڑت روایات تصوف کی کتابوں میں درج ہیں چونکہ ان کے لکھنے والے لوگوں کی نظر میں وہ بزرگ ہیں جن پر تنقید حرام ہے اس لیے یہ روایات واعظین کی تقاریر کا حصہ بنتی ہیں۔اور آج شر

کی بدعت کا حقیقی سبب ہے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ محدثین کے اصولوں کے مطابق ان تمام روایات کی چھان بین کی جائے اور ہر روایت کو بیان کرنے یا
ماننے سے قبل اس کی صحت کا یقین کر لیا جائے اس طرح شرک کو بدعت کا دروازہ بند ہو گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ حق کو حق سمجھ کر اس پہ عمل کی توفیق عطاء فرمائے اور باطل کو باطل جان کر اس سے کنارہ کش ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

جس کی خلوت کا ساتھی بھی قرآن ہو

اسمائے حسنیٰ!!

اردو استفادہ از: امام ابن القیم

'صفات' کا مسئلہ علم الکلام اور عقیدہ کی جدلیاتی کتب نے ایک خشک موضوع بنا دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ 'اسمائے صفات' کا درجہ 'ربوبیت' اور 'الوہیت' کے بعد آتا ہے۔ مگر ایک لحاظ سے یہ سب سے پہلے ہے۔ اللہ کا صحیح تعارف ہی اس کو رب اور الہ ماننے کا سبب بنتا ہے۔ اس ہستی کی پہچان کا بہترین ذریعہ قرآن ہے۔ جس میں ڈوبنا اور ڈوب کر پڑھنا دنیا کی پرلطف ترین نعمت ہے۔

حبیب بن عبداللہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:

''ہم ایمان سیکھتے، پھر قرآن سیکھتے تو ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا''۔ (مختصر الصواعق المرسلہ)

قارئین! قرآن سے ایمان سمجھنے کیلئے آیئے امام ابن قیم کی ایک مجلس میں شرکت کریں!!

انسان پیدا ہوا تو اس کی فطرت میں ایک نور بھرا گیا۔ یہی زمین پر زندگی اور ہدایت کا اصل سبب ہے۔ اس نور کی امانت انسان کی فطرت کو سونپی گئی۔ مگر چونکہ یہ انسان کی درماندگی کا تنہا علاج نہ تھا، سواسے جلا دینے کو آسمان سے ایک اور نور اور ایک روح انبیاء کے جلو میں اتری، جسے فطرت اپنے سابقہ نور کی مدد سے پالیتی رہی۔ تب نبوت کی ضوفشانی سے فطرت کی مشعلیں جل اٹھیں۔ فطرت کے نور پر وحی کا نور! نور علی نور!...... پھر کیا تھا!؟ دل رشن ہوئے۔ چہرے دمکنے لگے۔ پژمردہ روحوں کو زیست کی تازگی ملی۔ جبین نیاز میں تڑپتے سجدے حقیقت بندگی سے آشنا ہوئے آسمان کی روشنی سے دل خیرہ ہوئے تو پھر زمین کے قمقمے جلنے نہ پائے۔ ایک بصیرت تھی کہ دل

کی آنکھ چشم ظاہر سے آگے دیکھنے لگی۔ یقین کا نور ایمان کے سب حقائق منکشف کرنے لگا۔ پھر دل تھے گویا رحمٰن کے عرش کو پورے جہان سے اوپر دیکھتے ہیں۔ اس عرش کے اوپر انکے رب نے استوا فرما رکھا ہے۔ ہو بہو جیسے اس کی کتاب اور اسکے رسول نے خبر دی ہے۔ وہ اس عرش عظیم کے اوپر سے اپنے رب کو آسمان وزمین میں فرماں روا پاتے ہیں۔ جو وہیں سے حکم صادر فرماتا ہے۔ مخلوق کو چلاتا ہے۔ روکتا اور ٹوکتا ہے۔ بے حد وحساب خلقت کو وجود دیئے جاتا ہے۔ پھر ہر ایک کو کھلاتا اور رزق دیتا ہے۔ مارتا اور جلاتا ہے۔ فیصلے کرتا ہے جنکا کوئی حساب نہیں۔ کوئی فیصلہ نہیں جو اس عرش کے اوپر سے صادر ہو پھر دنیا میں لاگو نہ ہو پائے وہ کسی کو عزت وتمکنت دے تو کسی کو ذلت ورسوائی۔ رات پلٹتا ہے تو دن الٹتا ہے۔ گردش ایام میں بندوں کے دن بدلتا ہے۔ تخت الٹا ہے۔ سلطنتیں زیروزبر کرتا ہے ایک کو لاتا ہے تو دوسرے کو گراتا ہے۔ فرشتے پروں کے پرے، حکم لینے کو اسکے حضور چڑھتے ہیں۔ قطار اندر قطار حکم لے لے کر نازل ہوئے جاتے ہیں۔ احکامات ہیں کہ تانتا بندھا ہے۔ آیات اور نشانیوں کی بارش ہوئی جاتی ہے۔ اسکے فرمان کو اس کی مرضی کی دیر ہے کہ نافذ ہوا جاتا ہے۔ وہ جو چاہے، وہ جیسے چاہے۔ وہ جس وقت چاہے، جس رخ سے چاہے، ہو جاتا ہے۔ نہ کوئی کمی ممکن ہے نہ بیشی، تاخیر ہو سکتی ہے نہ تقدیم۔ اسی کا حکم چلتا ہے آسمانوں کی پنہائیوں میں زمین کی تنہائیوں میں۔ روئے زمین سے پاتال تک وہ ہر لمحہ ہر نفس کا فیصلہ کرتا ہے۔ ہر سانس کا فیصلہ ہوتا ہے ہر لقمے ہر نوالے کا فیصلہ ہوتا ہے۔ ہر نیا دن ہر نئی صبح اور نئی شام وہ چاہے تو دیکھنا نصیب ہوتی ہے۔ بحروبر کا ہر ذی روح اسکا رہین التفات ہے۔ جہان کے ہر کونے ہر ذرے کی قسمت ہر لمحہ طے ہوتی ہے۔ پورے جہان کو وہ جیسے چاہے الٹتا اور پلٹتا ہے۔ پھیرتا اور بدلتا ہے۔ ہر چیز کو علم سے محیط ہے۔ ہر چیز کو گن گن کے شمار رکھتا ہے۔ اس کی رحمت اور حکمت کو ہر چیز پہ وسعت ہے۔ وہ جہان بھر کی آوازیں بآسانی

سن لیتا ہے۔کیسی کیسی زبانیں ہونگی؟ کیسی کیسی فریادیں ہونگی؟ مگر وہ زمین وآسمان کے ہر کونے سے ہر لمحہ اٹھنے والا مسلسل شور سنتا جاتا ہے۔اس آہ وفغاں میں ہر ایک کی الگ الگ سنتا ہے اور صاف پہچان جاتا ہے ان سب کی بیک وقت سنتا ہے اور کسی ایک سے غافل نہیں!!۔پاک ہے اس سے کہ التجاؤں کے اژدہام میں اس کی سماعت کبھی چوک جائے۔یا حاجتمندوں کی آہ وفریاد میں کبھی جواب دینا اسکو مشکل پڑ جائے۔اس کی نگاہ محیط ہر چیز دیکھتی ہے۔وہ رات کی تاریکی میں، اندھیری چٹان پر، سیاہ چیونٹی کے قدموں کی آہٹ پالیتا ہے۔ہر غیب اس کے لئے شہادت ہے۔کوئی راز اس کے لئے راز نہیں وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر کو جان لیتا ہے۔اسے وہ ہر راز معلوم ہے جو لبوں سے کوسوں دور ہو۔جو دل کے گہرے کنویں میں دفن ہو یا خیال کی آہٹ سے بھی پرے ہو۔بلکہ وہ راز وجود پانے سے پہلے اسے معلوم ہوتا ہے کہ کب اور کیسے وہ اس دل میں وجود پائے گا۔

تخلیق اسکی، حکم اسکا، ملک اسکا، حمد اسکی، آخرت اسکی، نعمت اسکی، فضل اسکا، تعریف اسکی، شکر اسکا۔بادشاہی اسکی، فرمانروائی اسکی۔حمد وستائش اسکی۔اقتدار اسکا۔ہر خیر اسکے ہاتھ میں۔ہر چیز پلٹے تو اسی کی طرف۔اسکی قدرت ہر چیز پر محیط...... کہ کچھ اس سے ماورا نہیں۔اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔ہر نفس اس کی نعمت کے بار سے دبی ہے۔پر شکر سے یوں عاجز کہ اس عاجزی کے اظہار کو بندگی کی معراج جانے۔!!

یسئله من فی السماوات والا رض کل یوم هو فی شان (الرحمٰن ۲۹)

”زمین اور آسمانوں کی ہر مخلوق ایک اسی کی سوالی ہے۔ہر آن وہ نئی شان میں ہے“۔

وہی گناہگاروں کو معاف کرے۔غمزدوں کو آسودہ کرے۔اضطراب کو چین میں بدلے۔وہ چاہے تو چتہ کے بے چتا کردے۔درماندوں کو وہی فیض بخشے، فقیروں کو تونگری دے تو امیروں

کو فائقے دکھادے۔ جاہلوں کو سکھائے تو بے علموں کو پڑھائے۔ گمراہوں کو سدھائے تو بھٹکے ہوؤں کو بجھائے۔ دکھی کو سکھ دے تو وہ۔ اسیروں کو قید کی ظلمت سے چھڑائے تو وہ۔ عرش پر سے وہ زمین کے بھوکوں کو کھلائے۔ پیاسوں کو پلائے۔ ننگوں کو پہنائے۔ بیماروں کو شفایاب کرے۔ آفت زدوں کو نجات دے۔ تائب کو باریاب کرے۔ نیکی اور پرسائی کا جواب نوازشوں کی بارش سے دے۔ وہی مظلوم کی نصرت کرے۔ ظالم کی کمر توڑے۔ ناتوانوں کا بوجھ سہارے۔ اپنے بندوں کے عیب بندوں سے چھپالے۔ دلوں کے خوف دور کرے اور اپنے بندوں کا بھرم رکھے۔ امتوں اور جماعتوں میں سے کسی کو بلند کرے تو کسی کو پست!۔

وہ کبھی نہیں سویا، نہ سونا اس کو لائق ہے! وہ اپنی رعیت کا ہمہ وقت نگران ہے۔ وہ کسی کو عزت دیئے جاتا ہے تو کسی کو ذلت۔ رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی جانب بلند ہوئے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات سے پہلے۔ اسکا حجاب ایک نور بیکراں ہے۔ جسے وہ ہٹادے تو اس کے رخ کا نور ہر چیز بھسم کردے۔ اکا دست کشادہ اور فراخ ہے۔ جو خرچ کرنے اور لٹانے سے کبھی تنگ ہونے کا نہیں! وہ صبح شام لٹاتا ہے۔ جب سے مخلوق پیدا ہوئی وہ لٹائے جاتا ہے۔ پر اسکے ہاں کمی آنے کا سوال نہیں!۔

بندوں کے دل اور پیشانیاں اسکی گرفت میں ہیں۔ جہاں بھر کی زمام اس کے قضاوقدر سے بندھی ہے۔ روز قیامت پوری زمین اسکی ایک مٹھی ہے تو سارے کے سارے آسمان لپٹ کر اس کے دست راست میں آرہیں گے۔ وہ اپنے ایک ہاتھ میں سب آسمانوں اور زمین کو پکڑ لے گا۔ پھر ان کو لرزائے گا پھر فرمائے گا" میں ہوں بادشاہ! میں ہوں شہنشاہ! دنیا کہیں نہ تھی تو میں نے بنائی۔ میں اس کو دوبارہ تخلیق کرتا ہوں"!

کوئی گناہ اتنا بڑا نہیں کہ وہ معاف نہ کر پائے۔ بس دیر ہے تو پشیمانی کی! کوئی حاجت نہیں جسے

پورا کرنا اس کے بس سے باہر ہو جائے۔ بس دیر ہے تو سوال کی! زمین و آسمان کی اول و آخر سب مخلوقات۔ سب انس و جن۔ کبھی دنیا کے پارساترین شخص جتنے نیک دل ہو جائیں۔ اس کی بادشاہت اور فرمانروائی اتنی بڑی ہے کہ اس سے ذرہ بھر بھی نہ بڑھے۔ اور اگر یہ سب مخلوقات۔ سب انس و جن دنیا کے کسی بدکارترین شخص جتنے کوڑھ دل ہو جائیں تب اسکی فرمانروائی میں ذرہ بھر فرق نہ آئے! اگر زمین و آسمان کی اول و آخر سب مخلوقات، سب انس و جن، سب زندہ و مردہ کسی میدان عظیم میں مجمع لگا کر اس سے سوال کرنے لگیں، پھر ایک ایک اس کے در سے من کی مراد پاتا جائے، تب اس کے خزانوں میں ذرہ بھر کمی آنے کا تصور نہیں! روئے زمین کا ہر شجر جو کرہ ارض پہ آج تک پایا گیا یا رہتے دم تک وجود پائے۔ اقلام کی صورت اختیار کرے، سمندر...... جسکے ساتھ سات سمندر اور ہوں...... روشنائی بنیں، پھر لکھائی شروع ہو تو یہ قلمیں فنا ہو جائیں، یہ روشنائی ختم ہو جائے، مگر خالق کے کلمات ختم ہونے میں نہ آئیں! اسکے کلمات ختم بھی کیسے ہوں جنکی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا! جبکہ سب مخلوقات ابتدا اور انتہا کی اسیر ہیں۔ سو ختم ہوگی تو مخلوق! فنا ہوگی تو مخلوق! خالق کو کوئی فنا ہے نہ زوال!!۔

سو جس دل پر اسکے معبود کی صفات یوں جلوہ گر ہوں، جس قلب میں قرآن کا یہ نور یوں جلوہ افروز ہو اسکی دنیا میں کسی اور کا دیا کیونکر جلتا رہے؟ اسے امید کی کرن کسی اور روزن سے کیونکر ملے!؟ پھر مخلوق اسکی نگاہ میں کیونکر جچے!؟ بھروسہ! ایمان کی یہ حقیقت لفظوں سے کہیں بلند ہے۔ خیال کی پہنچ سے کہیں اوپر ہے۔ بس اسکا ذکر ہی اس دل کو بقع نور کرتا ہے۔ چہروں کی تمازت اسی کے دم سے ہے۔ پیشانیاں روشن ہونگی تو اسکی بدولت! دنیا میں یہی نور اس بندے کی متاع عزیز ہے جو بندگی کا خوگر ہو۔ یہی روشنی اسکی برزخ اور حشر کا توشہ ہے۔

اے اللہ! بس تجھی سے امید ہے اور تجھی سے بھروسہ!

(بشکریہ ایقاظ)

فہرست مضامین